تذکرہ

حضرت شاہ عبد الرحیم و شاہ ابو الرضا دہلوی

مرتبہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی علیہ الرحمۃ

مع ضمیمہ

اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی

از: مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنؤ

تذکرہ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ و شاہ ابوالرضاؒ

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ

ضمیمہ

اہلِ قبور کی زندوں سے ہمکلامی

از

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت فیوضہم

پہلا ایڈیشن ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اکتوبر ۱۹۸۹ء

کتابت ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ عبدالستار فتحپوری۔ بارہ بنکی

طباعت ـ ـ ـ ـ ـ نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ (فیض آباد)

باہتمام ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ محمد حسان نعمانی

قیمت ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ۱۴ر روپیے

ناشر

الفرقان بکڈپو۔ نظیر آباد (۳۱ نیا گاؤں مغربی)
لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ (یوپی)

فہرست

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب العزت جل جلالہ کا شکر ادا کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے جس نے ادارہ الفرقان کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ مصلحین امت، مجددینِ دین و ملت اور داعیانِ حق کی شخصیتوں، انکی دعوت و ہدایات اور انکے اصلاحی و تجدیدی کارناموں سے امت کے عوام کو روشناس کرائے اس سلسلہ میں ابتک متعدد کتابیں شائع ہو کر ہزاروں بندگانِ خدا کے لئے ہدایت اور روحانی ترقیات کا وسیلہ بن چکی ہیں ــــ اسی رب کریم کی مدد و توفیق ہی سے اب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اور بڑے چچا شاہ ابوالرضاؒ سے متعلق حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی علیہ الرحمہ کا مرتب کیا ہوا یہ مقالہ شائع کیا جا رہا ہے جنمیں سرمایۂ ایمان کے قلب و روح کو متاثر کرنیوالے ان دونوں حضرات کے ایمان افروز حالات و واقعات اور ارشادات شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "انفاس العارفین" سے اخذ کر کے جمع کئے گئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے بعض ایسے واقعات بھی اسمیں ذکر کئے گئے ہیں جنمیں بعض اہلِ قبور سے انکی ہمکلامی کا ذکر ہے، اسلئے ضرورت سمجھی گئی کہ کتاب و سنت اور محققین علماء امت کے ارشادات کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت کیجائے ــــ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دام مجدہم نے اس مسئلہ پر ایک مقالہ تحریر فرمایا تھا وہ بھی بطور ضمیمہ اس مجموعہ کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے، امید ہے کہ سلیم الفطرت طالبانِ حق کیلئے وہ انشاء اللہ اس مسئلہ کے بارے میں قلبی اطمینان اور شرحِ صدر کا باعث ہوگا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

محمد حسان نعمانی ۔ ناظم کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

عرضِ مرتّب

شاہ ابو الرّضا دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے عمّ بزرگوار اور شاہ عبد الرحیم فاروقی دہلویؒ حضرت شاہ صاحبؒ کے والد ماجد ـــ یہ دونوں عظیم شخصیتیں اپنے زمانہ کی فقید المثال شخصیتیں ہیں۔ حضرت شاہ صاحب محدّث دہلویؒ نے "انفاس العارفین" میں ان دونوں حضرات کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے ـــ میں نے بطورِ تلخیص ان دونوں بزرگوں کے حالات و مکاتیب اور ارشادات و ملفوظات کتاب مذکور کے علاوہ مکاتیب شاہ ابو الرضا (قلمی)، اور انفاس رحیمیہ سے اخذ کر کے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع کرائے تھے۔

اہلِ ذوق حضرات کے مسلسل اصرار پر اب انکو یکجا کتابی شکل میں ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے ـ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے تاریخی معلومات کے علاوہ دینی و روحانی فائدہ بھی حاصل ہوگا ـــــــ

اس سلسلہ میں حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی توجہ اور مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی حسنِ طلب کا بہت ممنون ہوں جسکے نتیجہ میں مجموعہ اور دیگر مجموعے معرضِ وجود میں آئے اور عزیزم محمد حسان نعمانی ندوی سلمہ کا بھی جنھوں نے اسکی ترتیب و تصحیح میں کافی حصّہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور برابر ان سے کام لیتا رہے اور مجھے بھی توفیق مزید عطا فرمائے ـ

نسیم احمد فریدی امروہی غفرلہٗ

حضرت شاہ ابوالرضا دہلویؒ

حالات — ملفوظات

مکتوبات

حالات

پچھلے دنوں مجھے مکتوباتِ شاہ ابوالرضا محمد کا ایک قلمی نسخہ برائے مطالعہ دستیاب ہوا ___ اس مجموعہ میں ۴۵ مکتوبات ہیں۔ ان میں سے اکثر مکتوبات نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میرا اوّلاً ارادہ تو یہ تھا کہ ان مکتوبات پر ہی ایک مقالہ لکھوں، بعدہٗ مناسب یہ معلوم ہوا کہ پہلے حضرت شاہ ابوالرضا محمد کے حالات لکھوں ___ حالات کے بیان کرنے میں اختصار کا لحاظ رکھنے کے باوجود اتنے صفحات ہو گئے جتنے صفحات میں مکتوبات پر تبصرہ کرنے کا قصد تھا ___ اچھا ہوا کہ اس بہانے اس عظیم شخصیت کے ذکرِ خیر کی سعادت نصیب ہو گئی جس نے میدانِ تسلیم و رضا میں گامزن ہو کر اور راہِ فقر و درویشی اختیار کر کے ایک مثالی نمونہ قائم کیا۔ جس نے اپنے نفسِ گرم سے محفلِ فقراء و بزمِ تصوف کو گرما دیا، جس نے اپنی تمام عمر، توکل و استقامت کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت میں گزار دی جس نے دہلی اور اطرافِ دہلی کے تشنگانِ معرفت کو مسجد فیروز آباد کے ایک تنگ و تاریک حجرے میں بیٹھ کر سیراب کیا ___

سچ پوچھیے تو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ پر براہِ راست اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر بالواسطہ اس ذاتِ ستودہ صفات کے فیوض و برکات کا نمایاں اثر پڑا اور ان دونوں شخصیتوں کی تعمیر میں اس درویشِ حق آگاہ کی سیرت کو بھی بہت کچھ دخل ہے ___

میں نے یہ حالات انفاس العارفین، نزھتہ الخواطر جلد (۶) حیات ولی اور مزارات اولیاء دہلی سے اخذ کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیے ہیں ___

حضرت شاہ ابوالرضا محمد دہلوی، حضرت شیخ وجیہ الدین فاروقی شہید کے صاحبزادے اور حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے برادر کلاں تھے. آپ غالباً ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک مستقل رسالہ شوارق المعرفۃ اپنے عم بزرگوار کے حالات میں لکھا ہے جو باریک قلم سے ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور انفاس العارفین میں شامل ہے ___ اس میں حضرت شاہ ابوالرضا محمد کے حالات، ملفوظات، کرامات، کچھ مکتوبات اور بعض مسودات درج ہیں. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے عم محترم کا زمانہ نہیں پایا، اس لئے کہ وہ آپ کی پیدائش سے بارہ سال پہلے اس عالم فانی سے رخصت ہو چکے تھے. اسی بناء پر آپ نے عم مکرم کے سوانح و ملفوظات لکھنے سے پہلے تصریح فرما دی ہے کہ مجھے یہ واقعات ایک دو واسطوں سے پہونچے ہیں. چنانچہ شوارق المعرفۃ کو اس عنوان سے شروع فرمایا ہے ___

"قسم ثانی در احوال معارف مآب امام الطریقۃ والحقیقۃ .... مخدومنا مولینا الشیخ ابوالرضا محمد" ___

قسم اول میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم کے وہ احوال و ملفوظات تحریر فرمائے ہیں جن کو اکثر و بیشتر براہ راست اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سُنا ہے۔

تعلیم

شوارق المعرفۃ میں شیخ ابوالرضا محمدؒ کی تعلیم کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ہے جس سے ان کے تمام اساتذہ اور تمام کتب درسیہ کا پتہ چلتا، بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حافظ بصیر دہلوی سے (جو عہد شاہجہانی کے بڑے جید عالم تھے) اور حضرت خواجہ عبید اللہ عرف خواجہ خردؒ ابن حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے تعلیم حاصل کی۔

اس موقع پر حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

"فی الحقیقۃ علوم ایشاں ہمہ وہبیہ بودند" یعنی درحقیقت ان کے تمام علوم وہبی اور لدنی تھے

تجرید و توکل

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے اپنے والد ماجد شیخ وجیہ الدین شہیدؒ کے حکم سے ایک امیر کبیر کے دربار میں ملازم ہو گئے ___ وہاں آتے جاتے رہے آخر کار تجرید تام اور توکل کلی کا غلبہ ہوا اور ملازمت چھوڑ دی ___ بعد ازاں مسجد فیروزآباد کے ایک حجرے میں رہ کر پوری زندگی گذار دی۔

رفیقۂ حیات کی بے نظیر قربانی

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے شہرت و تواتر کے ساتھ یہ بات پہونچی ہے کہ "عم بزرگوار نے جب راہِ فقر کو اختیار کیا تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ "اے رفیقۂ حیات

ہم نے جس راستہ کو اختیار کیا ہے وہ ایک دشوار گذار راستہ ہے، یقیناً اس راہ میں جو تکالیف جھیلنی پڑیں گی وہ سخت جگر خراش اور جاں گسل ہونگی مگر ہم نے تو اب فیصلہ کرلیا ہے کہ اس راہ کو مصائب و تکالیف کیوجہ سے نہیں چھوڑیں گے ____ اب تمہارا مسئلہ رہ جاتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ ہماری حالتِ فقر و درویشی کے باوجود، لذیذ غذاؤں اور عمدہ لباسوں سے قطعِ نظر کرکے اگر ہماری رفاقت منظور کرو تو نبھا، ورنہ تمہیں اختیار ہے" ____ اس نیک بخت دین دار اور وفا شعار بیوی نے یہ سُن کر اپنے تمام زیورات اتار دیے اور معمولی لباس پہن کر اپنے شوہر کی رفاقت کا عہد کیا۔

پیر و مرشد آپ نے راہِ سلوک کو کس کی رہنمائی میں طے کیا؟ اور آپ کے پیر و مرشد کون تھے؟ اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اویسی المشرب تھے، براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیوض حاصل کیے تھے، یہ بھی لکھا ہے کہ عم بزرگوار خود یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ ایک درویش تھے جو حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی کے خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ خُردؒ کے پاس آیا جایا کرتے تھے انکے حالات بہت اونچے تھے ایک دن حضرت خواجہ خُردؒ نے اپنی ایک مجلس میں یہ فرمایا تھا کہ جو شخص طالبِ معرفت ہو اسے چاہیے کہ اس درویش سے تعلق بیعت پیدا کرے میں بھی اُس مجلس میں موجود تھا جب میں نے یہ بات سنی تو میرے دل میں ان بزرگ سے بیعت ہونیکا تقاضہ پیدا ہوا مگر میں نے ان سے بیعت نہیں کی

عُسر کے بعد یُسر | جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے مسجد فیروز آباد کے ایک تنگ حجرے

میں آپ کی رہائش تھی۔ ابتداء میں اکثر ایسا ہوا کہ ڈیڑھ دو تین تین فاقے متواتر آئے فاقوں کے بعد جو کی چند روٹیاں میسر آجاتیں تھیں اور کچھ چھاچھ نصیب ہوجاتی وہ روٹیاں محمد جان طحان اور دوسرے غریب معتقدین لے آتے تھے۔ ان روٹیوں کو آپ فقراء اور مستحقین میں تقسیم فرما دیتے اور بطور سد رمق خود بھی کچھ تناول فرما لیتے تھے۔

کچھ عرصہ تک آپ کے گھر میں چولہا، ہنڈیا، چکی وغیرہ کچھ نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کو برکت تمام ظاہر فرمائی اور اپنے بندوں کے قلوب کو آپکی طرف متوجہ کر دیا چنانچہ ایک وسیع حویلی آپ کے اہل وعیال کے واسطے تعمیر کرائی گئی اور منجانب اللہ توسیع رزق کا انتظام بھی ہوگیا۔

استغناء

امراء و سلاطین سے کنارہ کش رہتے تھے حتیٰ کہ حضرت عالمگیر جیسے بندہ بادشاہ کو بھی باوجود ان کی درخواست کے اپنی ملاقات کا موقع نہیں دیا غرضکہ امراء و رؤسا کی طرف انکو بالکل التفات نہ تھا ان کے ہدایا بھی بڑی مشکل سے قبول فرماتے تھے۔ البتہ مخلص غرباء کے معمولی ہدایا جلد شرف قبولیت حاصل کرتے تھے چنانچہ کفش دوزی کرنیوالے اور آٹا پیسنے کی محنت کرنیوالے یا اسی قسم کی محنت مزدوری کرنے والے غریبوں کے چار یا پانچ پیسے بھی بڑی خوشی سے قبول فرما لیتے تھے۔

سیرت وصورت

حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریر کے مطابق آپ قوی العلم، فصیح اللسان، عظیم الورع، وسیع المعرفۃ اور نرم زبان بزرگ تھے۔

آپ کا قد لانبا، بدن چھریرا تھا، رنگ میں سرخی وسپیدی کے ساتھ ایک قسم کی ملاحت بھی

تھی۔ ڈاڑھی گنجان نہیں تھی رخساروں پر گوشت اس قدر کم تھا کہ چہرے کی تمام رگیں ابھری ہوئی نظر آتی تھیں۔

وعظ و درس

آپ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ وعظ فرمایا کرتے تھے وعظ کا طریقہ یہ تھا کہ شروع میں تین حدیثیں زبانی پڑھتے تھے ۔ خوب ٹھہر ٹھہر کر ان احادیث کے پڑھتے وقت مجلس و مجمع کی ہر جانب نگاہ رکھتے تھے۔ پھر ان حدیثوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کرتے تھے بعدہٗ اس زمانہ کی اُردو میں بھی ترجمہ فرماتے تھے اور ان احادیث سے متعلق جو مناسب اور ضروری تشریحات ہوتی تھیں ان کو بھی بیان فرماتے تھے مگر اعتدال کے ساتھ یعنی تشریحات میں نہ زیادہ طوالت ہوتی تھی اور نہ بہت زیادہ اختصار و ایجاز ہوتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رح نے اگرچہ تصریح نہیں فرمائی مگر قرینے کی دلالت سے گمانِ غالب یہ ہے کہ کل تقریر اُردو ہی میں ہوتی ہوگی)۔

۔ ۔ شروع شروع میں ہر علم کا درس دیتے تھے اور طالبانِ علوم جوق در جوق آپ کی اعلیٰ استعداد اور خوبی تقریر کی وجہ سے آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے ۔ آخر میں فقط دو کتابوں کا درس دیتے تھے بیضاوی اور مشکوٰۃ المصابیح۔ باقی زیادہ وقت توجہ الی اللہ اور خاص مریدین سے معارف بیان کرنے میں گزرتا تھا ۔ وحدتِ وجود کے قائل تھے اور اس مضمون میں بقولِ حضرت شاہ صاحب رح "تحقیق عظیم" رکھتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی مجالس میں صوفیائے کرام کی باریک باریک باتوں کی تشریح و وضاحت بھی فرمایا کرتے تھے ۔

جذبۂ اتباعِ سنت

غلبۂ عشق اور مسلکِ توحیدِ وجودی کیساتھ ساتھ اتباعِ سنت کا بھی انتہائی خیال رکھتے تھے ــــــ چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ مسجد میں داخل ہونیکا ارادہ کرتے مسجد کے باہر کھڑے ہوجاتے پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالتے اور بائیں جوتے پر بایاں پاؤں رکھکر پھر دایاں پاؤں مسجد میں رکھتے تھے ۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ ان دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے جس سے یہ طریقہ ثابت ہوتا ہے ــــــ

ایک مقام پر حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ایشاںؒ چنداں مقید بودند کہ ہیچ ادبِ سنت از ایشاں ترک نمی شد الی آخر العمر۔" یعنی آپ شریعت کے اتنے پابند تھے کہ آخر عمر تک کوئی مستحب عمل اور سنت طریقہ آپ سے ترک نہیں ہوا۔

غلبۂ ورع واحتیاط

حضرت شاہ صاحبؒ، شیخ مظفر رہتکیؒ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ اوائل میں جب میں رہتک سے حضرتؒ کی خدمت میں آتا تھا تو مصری کے کچھ کوزے ہدیئے کے طور پر لے آتا تھا۔ حضرتؒ ان کو قبول نہیں فرماتے تھے صرف اس احتیاط کی بنا پر کہ دیہات وقصبات کے رؤسا کی بیع وشرا قانون شرعی کے مطابق نہیں ہوتی ــــــ اس کے بعد میں نے یہ کیا کہ یہ ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا موقوف کردیا، البتہ آپ کے بچوں کو مصری کے کوزے لاکر دے دیتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے حسبِ معمول بچوں کو

کوزے دیئے۔ بچے ان کوزوں کو لیکر آپ کی خدمت میں چلے گئے، آپ نے ان میں سے کچھ تناول فرمالیا، پھر ایک دن میری طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہاری لائی ہوئی مصری کھالی تھی اب ہم نے تو رعات زائدہ سے دست کشی کر لی ہے۔ آئیندہ جو ظاہر شرع کا حکم ہوگا اسی پر عمل کریں گے۔

کرامات و روشن ضمیری

حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کی کرامات بڑی تفصیل سے لکھی ہیں اور روشن ضمیری کے بھی کئی واقعے بیان فرمائے ہیں۔ یہاں ان سب کا احاطہ مقصود نہیں، صرف ایک واقعہ اس سلسلے میں لکھا جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ عنایت اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص ___ جو بڑا جید فاضل تھا اور مجادلہ و مناظرہ میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا، اور جس کی سکونت غالباً دہلی کے باہر کہیں کی تھی ___ مجھ سے ایک دن کہنے لگا کہ میں نے شہر دہلی کے علماء و فضلاء کو آزمالیا، یہاں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس پر میں غالب آیا ہوں ___ میں نے اس سے کہا کہ کبھی تم مجلس شیخ ابو الرضا محمد میں بھی حاضر ہوئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد عوام کے سامنے تفسیر حسینی کا وعظ بیان کیا کرتے ہیں اور اس سے زیادہ ان کا مبلغ علم نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ایسی بات نہ کہو ان سے ملاقات تو کرلو، چنانچہ وہ جمعہ کے دن مجلس وعظ میں آیا، وعظ کے بعد اس کے دل میں یہ آیا کہ ان سے مناظرہ کروں، حضرت نے اس وقت اسکی جانب ایک خاص

توجہ فرمائی، اس توجہ کا ہونا تھا کہ اس کا عجیب حال ہو گیا، صرف ونحو کا کوئی قاعدہ تک اس کے حافظے میں نہ رہا دیگر علوم کا تو کیا ذکر ہے ـــــ اس نے جب اپنا یہ حال دیکھا تو ندامت کیساتھ اظہار نیازمندی کیا حضرتؒ نے فرمایا بھائی میں عالم نہیں ہوں میں تو صرف تفسیر حسینی کا وعظ عوام کے سامنے بیان کیا کرتا ہوں، اس نے کہا کہ اب میں اپنے قول واعتقاد سے توبہ کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جاؤں حضرتؒ نے اس کو بیعت نہیں کیا اور یوں فرمایا کہ جن تختیوں پر نقوش قائم ہو جاتے ہیں پھر وہ کام میں نہیں آتی ہیں۔

ملفوظات

آپ کے بہت سے ملفوظات حضرت شاہ صاحبؒ نے نقل فرمائے ہیں جو آپ کی علمی و روحانی بلندی کو ظاہر کرتے ہیں ان میں سے چند ملفوظات یہاں لکھتا ہوں۔

(۱) فرمایا ـــــ سب سے اچھی ریاضت، کھانے پینے میں توسط و اعتدال اختیار کرنا ہے ـــــ دوام توجہ کے ساتھ ـــــ یہاں تک کہ دوام توجہ ملکہ بن جائے

(۲) فرمایا ـــــ جب حضوری کی کیفیت جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر وہ گفتگو کرنے یا اسی طرح کے مشاغل سے زائل نہیں ہوتی ہاں اگر علوم دقیقہ کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہوگا تو ایک خفیف سا حجاب ضرور واقع ہو جائے گا۔

(۳) فرمایا ـــــ ایک عارف کو یہ بات نہ چاہیئے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنی

طرف مائل کرے اور اس کی توجہ اپنے شیخ کی طرف سے پراگندہ کر دے، وہ مرید خوشامد و اصرار کرے تب بھی اسکو اسکے شیخ کے سپرد کر دے لیکن اگر اس کا شیخ وفات پا چکا ہو یا کہیں (دور دراز علاقے میں) چلا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴) فرمایا ___ کہ ائمہ اہل بیت کی طرف سے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی انکار اور رد ثابت نہیں ہے، یہ بات (کہ اہل بیتؓ نے صحابہؓ کا انکار کیاہے) یہ محض بدعقیدہ لوگوں کا) افترا ہے۔

(۵) فرمایا ___ نجات، تقلید انبیاء علیہم السلام میں منحصر ہے۔ انبیاءؑ کی تقلید عقائد کے اندر بغیر زیادت و نقصان کے ہونی چاہیئے ___ جیسا کہ قدماء اہلسنت کا مذہب ہے ___ ہاں اگر کوئی کسی صاحب کشف سے فیض پائے ہوئے ہے اور وہ اُن عقائد کی تفصیل و تحقیق کر کے دوسروں کو آگاہ کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۶) فرمایا ___ اگر کسی کو امر منکر کا مرتکب دیکھو تو جان لو کہ یہ بھی ارادۂ الٰہی کے بغیر نہیں ہے ___ لیکن اُس شخص کو نصیحت و تذکیر بھی ضرور کرنی چاہیئے۔ فان الذکریٰ تنفع المومنین اس لئے کہ نصیحت و تذکیر مومنین کو نفع پہونچاتی ہے۔ اب چاہے سوؐ میں سے ایک کو نفع پہونچے ___ بالکل ایسا سمجھو کہ کسی کی کنیزک بھاگ جائے اور وہ ہر کوچہ و بازار میں آواز لگائے ___ اگرچہ کنیزک کسی ایک جگہ موجود ہو اور اس کی خبر بھی ہزاروں سننے والوں میں سے کوئی ایک ہی لائے۔

(۷) فرمایا ـــــ ایک فاضل نے ایک صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیا ر اتنی ریاضات اور اتنے مجاہدات کیوں کرتے ہیں ؟ صوفی نے جواب دیا کہ اگر تجھ سے کہا جائے کہ اتنی محنت کرے گا تو تجھے سلطنت مل جائے گی یا بادشاہ تیرے پاس آئیگا ـــــ پھر تو محنت و مجاہدہ کرے گا یا نہیں ؟ فاضل نے کہا کہ ایسی صورت میں تو ہر کوئی محنت و مجاہدہ کرے گا ۔ صوفی نے کہا کہ بسبب ریاضات و مجاہدات حضرتِ حق باعظمتِ الوہیت خانۂ قلوبِ صوفیار میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں ، پھر وہ ریاضات و مجاہدات کیوں نہ کریں ؟ ـــــ

(۸) اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ۔
(یعنی جب تم امورِ دنیا میں متحیر و پریشان ہو جاؤ تو اصحابِ قبور سے استعانت کرو ، اس مقولے کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ احوالِ موتیٰ کو یاد کرنا اور اُن سے عبرت حاصل کرنا ـــــ امورِ دنیا سے توجہ کو ہٹا دیتا ہے اور فکرِ معاش کو مضمحل کر دیتا ہے ۔ لہٰذا قبر کا دھیان فکرِ دنیا کو کمزور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے) ـــــ

(۹) فرمایا ـــــ لوگوں کے اولیار سے انکار کا ایک بڑا سبب شرکتِ مکان ہے کہ ایک محلے میں یا ایک شہر میں سکونت رکھتے ہوں اور شرکتِ زمان بھی ایک سبب ہے ، کہ ہمسر و معاصر ہوں ـــــ اور شرکتِ نسبت بھی ایک سبب ہے کہ وہ دلی عزیزوں میں سے ہو ـــــ عوام اکثر اس شخص کے معتقد ہوتے ہیں جو خدام بہت رکھتا ہو اور

عبادت بھی بہت زیادہ کرتا ہو اگرچہ وہ عبادت ریا د عجب کے ساتھ ہو۔

(۱۰) فرمایا ــــ علم الیقین ــ دھواں دیکھ کر آگ کے وجود پر استدلال کرنا ہے۔ عین الیقین براہ راست آگ کو دیکھنا ہے۔ اور حق الیقین اپنے اندر آگ کا علم ہونا ہے۔ ــ مشاہدہ عین الیقین میں ہوتا ہے اور وصول و شہود، حق الیقین میں

تالیفات

علاوہ مجموعہ مکتوبات کے آپ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام اصول الولایۃ لاہل العنایۃ ہے۔ اسکا ایک قلمی نسخہ احقر کے مطالعہ سے گزرا ہے حضرت شاہ صاحب رح نے انفاس العارفین میں اس رسالے کے بھی کچھ اقتباسات درج فرمائے ہیں۔

وفات

حضرت شاہ صاحب رح تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ مظفر رہتکی ذکر کرتے تھے کہ حضرت ایشاں رح فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان ہوگی۔ جب حضرت رح کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہوگئی تو مجھے برابر آپ رح کی وفات کا اندیشہ لگا رہا جب آپکی عمر پچپن سال کی ہوگئی تو مجھے ایک تقریب میں شرکت کے لئے رہتک جانا ہوگیا۔ چلتے وقت میں نے ہمت کر کے اپنا اندیشہ ظاہر کیا اور اس سلسلے میں استفسار کیا حضرت رح نے تبسم فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ تم کو وطن جانا چاہیے اس فکر میں مت پڑو ــ میں رہتک چلا گیا میرے پیچھے حضرت کا انتقال ہوا ــ جب رہتک سے واپس آیا تو شاہ سعد اللہ گلشن دہلوی نے (جو حضرت شیخ عبدالاحد کے مشہور خلیفہ اور ہندوستان کے معروف شاعر ہیں) مجھے حضرت کے اواخر

ایامِ حیات کا ایک واقعہ سنایا جس میں حضرت شیخ عبدالاحدؒ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا وفات سے کچھ دن پہلے ملاقات کے لئے تشریف لانا اور دیگر تمام باتیں تفصیل سے بیان کیں۔[1]

پیر بھائیوں نے اس طرح بیان کیا کہ حضرت چند روز بیشتر کچھ کسل اور کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ دو ایک دن پیشتر سے کھانے کی طرف بالکل رغبت نہیں رہی تھی، نیز چیزوں سے پہلے سے بھی زیادہ بے تعلقی پیدا ہو گئی تھی۔ کسی چیز کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ وفات کے دن جب نماز عصر کے لئے مسجد میں جانا چاہتے تھے تو اہلِ خانہ سے ملنے گئے اور وہاں سے اس طرح رخصت ہوئے جیسے کہیں سفر پر جانے کی تیاری کر رہے ہوں نماز عصر پڑھنے کے بعد مقاماتِ حضرت خواجہ نقشبندؒ کو مطالعے کے لئے طلب کیا۔ ایک مرید نے اس وقت حضرت کے سامنے (تھالی میں) پان پیش کئے۔ ایک دو پان اس میں سے لیکر کھائے۔ پھر خنداں و شاداں اپنے تکیہ سے ٹیک لگائی بس اتنی ہی دیر میں دیکھتے دیکھتے آپ کی روح مائل پرواز ہو گئی۔

نزع کے عالم میں اپنے بھائی سیدنا حضرت شیخ عبدالرحیمؒ کے لئے فرمایا کہ اُن کو

---

[1] شوارق المعرفۃ (مندرجہ انفاس العارفین) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ابوالرضا محمدؒ کی اہلیہ محترمہ حضرت شیخ عبدالاحدؒ کی قریبی رشتے دار تھیں

بلاؤ۔ کچھ لوگ ان کو بلانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور کچھ لوگ یہ گمان کر کے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی آپ کو اٹھا کر گھر تک لائے اس وقت حضرت شیخ عبدالرحیمؒ آگئے۔ دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ روح مبارک پرواز کر چکی ہے ــــــ یہ واقعہ [1] ار محرم الحرام سنہ ۱۱۰۱ھ کا ہے۔

مزار مزارات اولیاء دہلی میں ہے کہ آپ کا مزار بی بی فاطمہؒ کے مزار سے آگے جو نو محلہ کو راستہ جاتا ہے وہاں ہے اور بی بی فاطمہؒ کا مزار قلعہ کہنہ کے سامنے سڑک سے دائیں طرف جو مسجد و مدرسہ سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے اس کے برابر سے کچے راستے جا کر تھوڑی دور گنجان درختوں میں ایک چار دیواری کے اندر ہے (مزارات اولیاء دہلی صـ ۲۲ و ۲۳)

اولاد ملفوظات کے ضمن میں مظفر رہتکیؒ کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کئی صاحبزادے تھے مگر نام صرف ایک صاحبزادے شیخ محمد فخرالعالم کا ملتا ہے جو سب سے بڑے تھے اور جنھوں نے اپنے والد ماجد کے مکتوبات کو جمع کیا ہے ــــــ

---

[1] انفاس العارفین ہی میں ہے کہ بعض مریدین نے آپ کی تاریخ وفات، آفتاب حقیقت ــ سے نکالی ہے مگر اس مادے سے سنہ ۱۱۰۳ھ برآمد ہوتے ہیں ــ واللہ اعلم بالصواب ــ

مکتوبات

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ حضرت شاہ ابوالرضا محمّد دہلویؒ کے مکتوبات کی تعداد ۴۵ ہے جن کو صاحبزادہ گرامی قدر شیخ محمد فخرالعالم نے جمع کیا ہے۔ مجموعہ مکتوبات کے شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں لکھا ہے کہ "یہ میرے والد ماجد کے مکتوبات ہیں جن کو انھوں نے بعض کبرائے وقت مشائخِ زمان نیز احباب و مسترشدین کے نام تحریر فرمایا ہے۔"

یہ مکتوبات حسب ذیل حضرات کے نام لکھے گئے ہیں۔

(۱) شیخ عبدالاحدؒ ابن شیخ محمد سعیدؒ ابن حضرت مجددِ الف ثانیؒ۔

(۲) خواجہ شیخ محمد نقشبندؒ ابن خواجہ محمد معصومؒ ابن حضرت مجدد الف ثانیؒ

(۳) مرزا محمد سرہندیؒ

(۴) شیخ عبدالحفیظ تھانیسریؒ۔

(۵) شیخ محمد مراد کشمیریؒ

(۶) خواجہ عبدالرحیم کشمیریؒ

(۷) شاہ محمد مظفر رہتکیؒ۔

(۸) فضیلت مآب ملّا عصمت اللہ فاروقیؒ قاضی مراد آبادؒ۔

(۹) شہاب الدین قلی ملقب بہ غازی الدین خاں صدیقی سمرقندیؒ۔

(۱۰) سیّد علی اکبرؒ۔

(۱۱) شیخ محمودؒ۔

(۱۲) حاجی عبد اللہ سلطان پوریؒ۔

(۱۳) عنایت خاںؒ۔

(۱۴) میر عزت اللہؒ۔

(۱۵) میر عبد الحکیمؒ۔

(۱۶) خواجہ عبد الکریمؒ۔

(۱۷) حقائق آگاہ شیخ بایزید قدس سرہٗ۔

(۱۸) شیخ محمدیؒ۔

(۱۹) ایک دوست جن کا نام درج نہیں۔

سب سے زیادہ مکتوبات حضرت شیخ عبد الاحدؒ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نام ہیں ـــــ جو تعداد میں تیرہ ۱۳ ہیں۔ ان میں سے ایک مکتوب حضرت شیخ عبد الاحدؒ کی والدۂ ماجدہ کی تعزیت میں اور ایک انکی بھائی کی تعزیت میں ہے۔ باقی گیارہ ۱۱ خطوط مضامینِ عالیہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں چار پانچ مکتوب وہ ہیں جو راہِ سلوک کی

ایک وقیع حصے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انفاس العارفین میں حضرت شیخ عبدالاحدؒ کے مکتوبات اور ان کے جواب میں اپنے جدِّ بزرگوار کے مکتوبات ـــــ درج کر دیے ہیں، اور ان مکتوبات کی بعض عبارات کی تشریح بھی اپنے قلم سے فرمائی ہے۔ ان مکتوبات کے علاوہ شیخ عبدالحفیظ اور محمد مرزا سرہندی کے نام جو مکتوبات ہیں ان میں سے بھی کچھ کو شامل انفاس العارفین کیا ہے علاوہ شیخ عبدالاحدؒ کے کچھ حضرات کے نام جن میں کچھ کے نام تین تین اور دو دو مکتوب ہیں۔ زیادہ تر ایک ایک گرامی نامہ ہے۔ ان میں سے کچھ سفارش پر مشتمل ہیں اور سب سے آخر میں جو مکتوب ہے وہ ایک دوست کے نام ہے جن کا نام جامع کو معلوم نہ ہو سکا ہوگا خواجہ شیخ محمد نقشبندؒ کے نام جو دو گرامی نامے ہیں ان میں سے ایک اس موقع پر لکھا گیا ہے جب کہ خواجہ محمد نقشبندؒ نے قصد زیارت بیت اللہ کیا ہے، دوسرا ان کے کسی عزیز کی تعزیت میں ہے ـــــ شاہ محمد مظفر رودہلویؒ کے نام دو مکتوب ہیں ان میں سے پہلے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ این مرقعے بنمایند۔ (یہ خط کسی کو نہ دکھانا) یہ مکتوب اسرار و معارف توحید پر مشتمل ہے، عوام اور ناواقفین کے فہم سے بالاتر ہونے کی بنا پر خود ہی اس مکتوب کی اشاعت کو منع فرما دیا ـــــ شیخ رودہلویؒ کے نام کا دوسرا خط اس ترجمہ کے آگے آرہا ہے۔

میں نے جن مکتوبات کا انتخاب کیا ہے وہ سوائے ایک کے (جو بنام شیخ عبدالحفیظ تھانیسریؒ ہے) انفاس العارفین میں بھی نہیں ہیں ـــــ مجھے مسرت ہے کہ میں ان

نادر مکتوبات کو ناظرین کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں بنظرِ اختصار خیال تو یہ تھا کہ ان مکتوباتِ منتخبہ کے صرف اردو ترجمہ ہی پر اکتفا کیا جائے لیکن اول تو یہ مکتوبات نادر الوجود ہیں، دوسرے ان کی فصاحت و بلاغت دلآویزی اور تاثیر، نیز جامعیت و معنویت نے تقاضہ کیا کہ اصل عبارت کو برقرار رکھ کر ترجمہ بھی کر دیا جائے ___ البتہ اپنے ذوق کے مطابق افادیتِ ناظرین کو پیش نظر رکھ کر بعض مکتوبات کے اقتباس پر اکتفا کی گئی ہے۔ ان مکتوب میں سے اکثر کی زبان فارسی ہے چند عربی زبان میں لکھی ہیں۔

شیخ عبدالحفیظ تھانیسری کے نام (۱)

برادر ارجمند، دل پیوند عبدالحفیظ از التفات بما سوائے او سبحانہٗ و تعالیٰ محفوظ باشند ___ مکتوب برادر رسید، نوشتہ بودند کہ بفضلِ الٰہی وقت جمعیت بے کلفت میسر می آید

برادرِ ارجمند عبدالحفیظ ماسوائے خدا کی طرف، التفات سے محفوظ رہیں۔ تمہارا مکتوب پہونچا اس میں لکھا تھا کہ بفضلِ الٰہی وقتِ جمعیتِ بے کلفت میسر آتا ہے۔ اور

۱؎ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انفاس العارفین میں آپ کے متعلق صرف اتنا تحریر فرمایا کہ "از خواص اصحاب ایشاں بود"، یعنی شیخ عبدالحفیظ حضرت شیخ ابوالرضاؒ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

وحالے شگرف روئے می نماید۔ الحمدللہ۔
حق تعالیٰ زیادہ ازیں جمعیت کرامت فرماید و
باستقامتِ ظاہر و باطن مشرف دارد۔
چوں تفقدِ عیال و اطفال بامرِ شریف
حضرت ربّ العزت است داخل دائرۂ
طاعت و عبادت است از تحمل شاق
آں چارہ نیست صابر باشند
سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ
یُّسْرًا .... بقیۃ النصیحۃ
ملازمت العبودیۃ علی السنۃ و دوام
المراقبۃ ...... والسلام۔

عجیب کیفیت نمودار ہوتی ہے۔
اللہ کا شکر ہے۔ حق تعالیٰ اس سے
زیادہ جمعیتِ قلب نصیب فرمائے
اور استقامتِ ظاہر و باطن سے
مشرف رکھے۔ چونکہ اہل و عیال
کی دیکھ بھال بھی حضرت ربّ
العزت کا حکم ہے اسلئے یہ بھی دائرۂ
طاعت و عبادت میں داخل ہے۔
اہل و عیال کیلئے محنت و مشقت
برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔
صابر رہیں عنقریب اللہ تعالیٰ
تنگدستی کے بعد خوشحالی کا سامان
مہیا فرمائے گا .... باقی
نصیحت یہ ہے کہ سنت کے مطابق
عبادت کو لازم پکڑیں اور دوام
مراقبہ کا التزام کریں ......
والسلام۔

شیخ عبد الحفیظ تھانیسری کے نام (۲)

...... ولایت بر سہ قسم است، ولایت ایمانی و ولایت عرفانی و ولایت احسانی۔ ولی بولایت ایمانی و عرفانی محفوظ نباشد از صدور کبیرہ متعمداً چہ جائے صغیرہ۔ اما ولی بولایت احسانی محفوظ است از صدور کبیرہ مطلقاً و از صدور صغیرہ متعمداً والسلام۔

...... ولایت تین قسم کی ہے، ولایت ایمانی، ولایت عرفانی، ولایت احسانی۔ ولایت ایمانی و عرفانی والا ولی، قصداً گناہ کبیرہ صادر ہونے سے بھی محفوظ نہیں ہوتا چہ جائیکہ صغیرہ سے محفوظ ہو لیکن ولایت احسانی والا ولی، مطلقاً صدورِ کبیرہ سے اور متعمداً صدورِ صغیرہ سے محفوظ ہوتا ہے والسلام۔

خواجہ محمد مرادؒ کشمیری کے نام (۱)

ؒ شیخ محمد مراد کشمیری ابن مفتی محمد طاہر کشمیریؒ، کشمیر میں پیدا ہوئے اور دینی اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ راہِ سلوک حضرت شیخ عبد الاحدؒ نبیرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ذریعہ طے کی۔ ان کے ہمراہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ السلام علیکم ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ ۔ برادرِ ارجمند خواجہ محمد مراد
از حقیقت مریدی ومرادی خجستہ فرجام
بودہ از مشربِ بندگی وآزادی سیراب
کام باشند ۔ مکتوب مع یادگار مکرمت
پشمینہ رسید، خاطر مسرور گردید ۔ از
استغنار محبوب چہ نگارم ۔ امّا از عنایتِ
بے غایتِ وے می نویسم بگوش ہوش استماع
نمائند ۔ کہ ہیچ چیز را جز حق تعالے
بحقیقت ہستی نیست ۔ وہستی ہمہ چیزہا پرتو
نورِ وجود اوست وبقائے وجود ہمہ اشیاء
بقائے فیض حضرتِ اوست کہ اگر یک لمحہ فیض او

بعد تسمیہ وسلام ۔ برادرِ ارجمند خواجہ
محمد مراد حقیقتِ مریدی و مرادی سے کامیاب
ہوکر مشربِ بندگی و آزادی سے سیراب
ہوں ۔ تمہارا مکتوب مع ایک ادنی کمربند
کے پہونچا دل خوش ہوا ۔ استغنار محبوب
حقیقی کے بارے میں کیا لکھوں، البتہ انکی
عنایتِ بے غایت کے متعلق لکھتا ہوں
غور سے سنو ۔ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے
کسی چیز کو درحقیقت ہستی حاصل نہیں ہے
تمام چیزوں کی ہستی اُسی کے نورِ وجود کا
پرتو ہے اور تمام اشیار کے وجود کی بقاء
بقائے فیضِ خداوندی کے ساتھ وابستہ ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سرہند گئے وہاں بہت عرصے رہ کر کشمیر گئے ۔ چار ماہ بعد وہاں سے دہلی آکر ایک سال کامل اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور ان سے استفادہ کیا پھر کشمیر گئے اور وہیں ایک مسجد میں ۱۴ سال رہے ۔ ۱۷ رجب المرجب سنہ ۱۰۳۱ھ کو انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر جلد ۶) جامع مکتوبات نے آپکا اصحاب شاہ ابوالرضا محمد میں ہونا ظاہر کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ ان کے شاگرد ہوں اور اولاً ان سے بھی بیعت ہوئے ہوں ۔

خواجہ محمد مراد کشمیری کے نام (۲)

سوختۂ آتشِ محبت ابدی و مستِ
بادۂ مودتِ سرمدی برادرم خواجہ محمد
مراد بعد از حمد و صلوٰۃ و سلام از
دعاگوئے خود، ابو الرضا محمد
مطالعہ نمایند. محب آنست کہ ہر چہ
گوید با دوست گوید و ہر چہ شنود از دوست شنود و باہر
کہ نشیند با دوست نشیند و ہر چہ
بیند از دوست بیند ــــ نصیحتِ
جامعہ آنست کہ قدم در متابعتِ
حضرت سید المرسلین صلوات اللہ و
سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
ــ استوار داشتہ خدائے عز و جل را
بہ بیان حسن و جمال جہاں آرائے او
بر بندگانِ او محبوب گردانند و خود
را بہ ہیچ کس فضل ننہند ــــ

...... برادرم خواجہ محمد مراد بعد
از حمد و صلوٰۃ و سلام ــــ اپنے
دعاگو ابو الرضا محمد کی طرف سے
مطالعہ کریں. محب وہ ہے جو کچھ
گفتگو کرے دوست کے ساتھ
گفتگو کرے، جو کچھ سُنے، دوست
سے سُنے. جس کسی کے ساتھ بیٹھے
دوست کے ساتھ بیٹھے ....
اور جو کچھ دیکھے دوست سے
دیکھے ــــ ..... ایک جامع نصیحت
یہ ہے کہ اتباع حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت قدم
رہ کر اللہ تعالیٰ کی محبت کو ــــ
اس کے جہاں آرا حسن و جمال کو
بیان کر کر کے ــــ

زیادہ چہ نویسم کہ قصہ چنیں است، فرصت اندک، موت در کمین است

اس کے بندوں کے دلوں میں قائم کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ بات یوں ہے کہ فرصت کم ہے اور موت گھات لگائے کھڑی ہے۔

خواجہ محمد مراد کشمیریؒ کے نام (۳)

برادر سعادت مآثر خواجہ محمد مراد بدریائے نیستی و نامرادی فرو رفتہ دُرِ یتیم ہستی حقیقی را علی الدوام در کفِ مراد داشتہ اوقاتِ عزیزہ را بوظائفِ طاعات و عبادات و تلاوتِ قرآن و رعایتِ احسان، موظف دارند و بجا راتِ غریبہ و اشاراتِ

برادرم خواجہ محمد مراد۔ دریائے نیستی و نامرادی میں غوطہ زن ہو کر ہستی حقیقی کے دُرِ یگانہ کو ہمیشہ کفِ مراد میں رکھتے ہوئے اپنے اوقاتِ عزیزہ کو طاعات، عبادات، تلاوتِ قرآن اور رعایت حسنِ سلوک میں صرف کریں۔ نیز

؏ مطالعہ مکتوبات کے وقت خط کشیدہ الفاظ نے مجھکو بیحد متاثر کیا۔ ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ اردو شاعر کا ایک شعر یاد آگیا ۔ اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے بہ ہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے۔ مگر اس شعر میں وہ کیف نہیں جو فارسی کے اس جملہ میں ہے۔ ان بزرگوں کو موت کا کس قدر استحضار رہتا اور اسیوجہ سے وہ کتنے پابند اوقات تھے۔

عجیبہ محبوباں و مہجوراں را مشتاقانِ
لقا، آں بادشاہ حسن وجمال گردانند
ودر اسم خدمت وعبادت او سبحانہ
وتعالی بر طالبان راہ مقرر سازند
سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ
را کسے بخواب دید از حالِ خیر مآل او پرسید
جواب گفت — "طاحت العبارات
وفنیت الاشارات وما نفعنا الا
رکیعات رکعناہا فی جوف اللیل" حق
تعالی آں برادر را از شہوت شہرت
ولذتِ قبولِ خلق محفوظ ومصؤن
دارد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد —
قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَسْبِ امْرَءٍ
مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ
بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا
مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ ۔ والسلام علیٰ

اچھی عبارات اور عمدہ اشارات
کے ذریعے مہجوروں کو اُس بادشاہِ
حسن وجمال (اللہ تعالیٰ) کی ملاقات
کا مشتاق بنا دیں — اور اللہ تعالےٰ
کی طاعت وعبادت کی راہ و رسم
طالبانِ راہ کے لیے مقرر کریں —
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی
نے ان کو خواب میں دیکھا اور انکے
حال کو دریافت کیا جواب میں فرمایا
کہ (ہماری) سب عبارتیں ختم ہو
گئیں اور تمام اشارات ختم ہو گئے
بس ہمکو توان دو معمولی رکعتوں نے فائدہ
دیا جو رات کے اندر ہم نے پڑھی
تھیں اللہ تعالیٰ اس عزیز کو شہرت
کی خواہش اور قبولِ خلق کی لذت
سے محفوظ رکھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

من اتبع الہدیٰ۔

کے صدقے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ انسان کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف لوگ انگلیوں سے (اُس کے مشہور ہونے کے باعث) اشارہ کریں دین یا دنیا کے بارے میں ۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی حفاظت فرمائے (کہ وہ شہرت کے باوجود اس کی بری تاثیر سے محفوظ رہے) والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

خواجہ عبد الرحیم کشمیریؒ کے نام

بعد از حمد وصلوٰۃ وسلام ۔ برادرم خواجہ عبد الرحیم از دعاگوئے خویش ابوالرضا محمد مطالعہ نمایند ۔ کہ چوں بادشاہ عالم حسن

بعد از حمد وصلوٰۃ وسلام ۔ برادرم خواجہ عبد الرحیم اپنے دعاگو ابوالرضا محمد کی طرف سے مطالعہ کریں ۔ کہ جب بادشاہ عالم

ؒ آپ کشمیر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ بخارا ہو کر تحصیل علم کی تھی۔ تمام عمر درس وافادہ میں بسر کی۔ ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر جلد ۶)

وخوبی خیر بندہ خواہد او را بجود آشنا کند
در تقرب خویش بینا گرداند تا پیوستہ از
قرب اندیشد و ہموارہ خود را با او و او را
با خود بیند ۔ لاجرم حرمت و تعظیم حق صفت
او شود و محافظت بر ادب صحبت عادت
او گردد و ہر دم راحت و انس افزاید و دولت
نو بنو حاصل آید۔ چہ شقاوت و حرمان بمردودان
زاں راہ یافت کہ خود را بوہم باطل و خیال
فاسد از حضرت قدس او دور شمردند و بحجب
وغفلت از نواخت حضرت او محجوب گشتند
واو سبحانہ تعالیٰ بجمیع کمالات ذاتیہ
وافعالیہ خود از ذات و صفات و افعال
ما بما نزدیک تراست زیرا کہ قرب صفت
اوست تقدس و تعالیٰ و صفات تبارک
و تعالیٰ جز حقیقی نباشد و قرب حقیقی آں
باشد کہ بہیچ وجہ قابل بُعد نباشد نہ بظاہر
نہ بباطن و نہ بوہم و نہ بخیال و فہم ــ

حسن و خوبی را اللہ تعالیٰ ، اپنے بندے کے
حق میں خیر چاہتا ہے تو اس کو اپنا
آشنا بنا دیتا ہے اور اپنے تقرب پر بینا
کر دیتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ اس کے قرب کا
لحاظ رکھے اور ہمیشہ خود کو اس کیساتھ
اور اس کو اپنے ساتھ سمجھے۔ پھر تو لازمی
طور پر تعظیم حق کرنا اُس بندے کی صفت
ہو جاتی ہے اور ادب صحبت کی محافظت
اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ ہر وقت
اُس کے راحت و انس میں اضافہ ہوتا رہتا
ہے اور دولتِ نو بنو اس کو حاصل ہوتی
رہتی ہے۔ مردودانِ بارگاہِ الٰہی کی شقادت
و حرمان کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے خود کو
اپنے وہم باطل کے باعث حضرتِ قدس سے
دور سمجھا اور غفلت کی بنا پر حضرتِ حق
کی نوازشوں سے محروم ہو گئے۔ اللہ
تعالیٰ تو اپنے جمیع کمالات ذاتیہ و افعالیہ

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست
میانِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است
زیادہ چہ نویسم کہ قصہ چنیں است، فرصت اندک و موت درکمین است۔

کے ساتھ ہمارے ذات وصفات و افعال کے مقابلے میں ہم سے زیادہ قریب ہے اس لیے قرب اس کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو صفت بھی ہو وہ حقیقی ہے اور قرب حقیقی وہ ہوتا ہے کہ کسی طرح قابلِ دوری نہ ہو نہ ظاہر میں نہ باطن میں نہ وہم میں نہ خیال میں نہ فہم میں۔

(ترجمہ شعر) "دوست کی جدائی اگر تھوڑی سی بھی ہو تو تھوڑی نہیں ہے (دراصل بہت ہی) دیکھو اگر آنکھ میں ذرا سا بال بھی پڑجاتا ہے تو بہت ہوتا ہے۔" زیادہ کیا لکھوں، بات یوں ہے کہ فرصت کم ہے اور موت گھات لگائے کھڑی ہے۔

شاہ محمد مظفرؒ رہتکیؒ کے نام

برادرم محمد مظفر بخود آگاہ باشد و بداند کہ کمالِ ایشاں در متابعتِ حضرت سید المرسلین

برادرم محمد مظفر خود آگاہ ہو کر جانیں کہ انکا کمال، حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

است کارے نکند کہ مردم در ہلاکت افتند۔ باید کہ از دوستان خدائے تعالیٰ مردم راہِ سنت گیرند و اسرار پیش عوام نگویند کہ مردم ملحد شود .... والسلام

کی متابعت میں مضمر ہو۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے لوگ (دینی حیثیت سے) تباہی میں مبتلا ہو جائیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ اللہ کے دوستوں سے لوگ راہِ سنت حاصل کریں عوام کے سامنے (خواہ مخواہ) "اسرار" نہ بیان کیے جائیں ایسا نہ ہو کہ لوگ (نا سمجھی کی بنا پر) ملحد ہو جائیں ..... والسلام

مولانا عصمت اللہ فاروقی قاضی مراد آباد کے نام[1]

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ وصل المکتوب الشریف الی العبد الضعیف مع تحفۃ النبات اللطیف

بعد حمد و صلوٰۃ۔ آپ کا مکتوب گرامی اس عبد ضعیف کے پاس مصری کے تحفے کے ساتھ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مکرم کرے جس طرح آپ نے ہمارا اکرام کیا اور اللہ تعالیٰ نے

---

[1] مولانا قاضی عصمت اللہ فاروقی، قاضی عبد القادر فاروقی لکھنوی کے (جو حضرت شیخ پیر محمد سلونی ثم لکھنوی کے استاد تھے) بڑے صاحبزادے تھے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ اپنے والد ماجد اور مفتی وجیہ لدین گوپاموی سے تعلیم حاصل کی۔ اخذ طریقہ حضرت شیخ پیر محمد سلونی سے کیا۔ حضرت عالمگیر کے دربار میں آپ کو تقرب حاصل تھا ان کی طرف سے مراد آباد کے قاضی و حاکم مقرر ہوئے وہاں مدتوں رہے اس کے بعد بڑے شہروں کے قاضی حاکم ہوئے

(باقی برصفحۂ آئندہ)

اکرمکم اللہ تعالیٰ کما اکرمتمونا واذاقکم حلاوۃ الایمان کما اذقتمونا ...... فعلیکم باکرام الفقراء واھتمام الضعفاء واعانۃ المظلوم واقامۃ المرسوم فی الخیر۔ الخلق کلھم عیال اللہ واحب عباد اللہ الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ ثم الدعاء فی حاجتکم التوفیق التقویٰ وعبادۃ اللہ تعالیٰ بالاخلاص فھی الغایۃ القصویٰ

آپ کو حلاوت ایمان نصیب فرمائے جس طرح آپ نے ہمکو حلاوت کا ذائقہ چکھایا ...... آپ پر لازم ہے کہ فقراء کا اکرام ضعفاء کی خبر گیری مظلوم کی اعانت و مدد اور خیر کے کاموں کا سلسلہ قائم کریں۔ اللہ کی مخلوق تمام کی تمام اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے بندوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے حق میں اچھا سلوک کرے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تقویٰ کی اور اخلاص کے ساتھ اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سخاوت اور ایثار و کرم میں ممتاز تھے علماء و مشائخ کو بہت کچھ جاگیریں عطا فرمائیں روزانہ دو سو طالبعلموں کو کھانا کھلاتے تھے۔ رمضان شریف میں روزانہ ایک ہزار آدمی آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے تھے فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتب کرنیوالوں میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔ ۱۲ رجب المرجب ۱۱۱۳ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں ساحل نربدا کے ایک مقام پر دکن سے لوٹتے ہوئے وفات پائی۔ موضع بھدالوہ متصل لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر جلد (۶) و تذکرہ علمائے ہند)

حضرت حاجی رفیع الدین فاروقی مرادآبادیؒ کا نسب آپ تک اس طرح متصل ہوتا ہے۔ حاجی رفیع الدین ابن نواب فریدالدین ابن نواب عظمت اللہ حاکم مرادآباد بن مولانا قاضی عصمت اللہ فاروقی مرادآبادیؒ ـــ

قال الله تعالی ان اکرمکم عند الله
اتقکم ـــ
والسلام اولاً و آخراً

عبادت کی توفیق عنایت فرمائے۔ اسلئے کہ
یہی انتہائی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
تم میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے
جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

مولانا عصمت اللہ قاضی مراد آباد کے نام (۲)

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي
على رسوله الكريم ثم السلام عليكم
وعلى من لديكم.
وصل المكتوب الشريف الى العبد
الضعيف انقر الفقراء محمد الرضاء مع
خمسة اناس جزاكم الله خير الجزاء ان
كان حلالاً واستغفر الله لي ولكم ان كان
غير ذالك ثم ان احسن وعظ يوثر في
القلوب كلام علام الغيوب. يا ايها الذين
امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت
لغد واتقوا الله ان الله خبير بما تعملون ه
ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانسهم

بعد حمد و صلوٰۃ اور بعد سلام مسنون واضح
ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی پانچ عدد اناس کیساتھ
اس عاجز کے پاس آیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو بہترین
جزا دے اگر یہ اناس حلال طریقے سے حاصل
کئے گئے ہوں، اور اگر انکا حصول کسی اور
طریقے سے ہوا ہو تو اپنے لئے اور آپ کے لئے
اللہ تعالیٰ سے معافی و مغفرت طلب کرتا ہوں
اس کے بعد مطالعہ کریں کہ بہترین وعظ جس کا
اثر براہ راست قلوب پر ہوتا ہے وہ کلام اللہ ہے
مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو
دیکھو اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص
اس بات پر غور کرے کہ اس نے کل (قیامت) کے

أنفسهم أولئك هم الفاسقون. ثم
بقية مراسم المحبة والوداد. عليكم
بامرار لا اله الا الله على اللطيفة
القلبية بالمحبة والتعظيم بعد
صلوة الصبح الى ارتفاع الشمس
قدر رمح او رمحين وينبغي ان يكون
كل مرة ملاحظة المعنى وهو انه
لا مقصود غير الله ـ ثم بعد كل
عشرة محمد رسول الله ــــ ثم
بالركعتين شكراً لنعمائه تعالى
والسلام اولاً و آخراً

لیے کیا چیز آگے کو روانہ کی ہے۔ اللہ سے
ڈرو۔ اللہ تمہارے لیے تمام افعال و اعمال
سے اچھی طرح خبردار ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو
جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی ان کو
بھلا دیا۔ (نظر انداز کر دیا) یہ لوگ فاسق ہیں"۔
باقی مراسم محبت کے سلسلے میں یہ نصیحت کی
جاتی ہے کہ آپ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا تکرار لطیفۂ
قلبیہ پر بعد صلوٰۃ صبح سے لیکر سورج کے ایک
نیزہ یا دو نیزہ بلند ہونے تک محبت و تعظیم
کے ساتھ کیا کریں اور ہر دفعہ معنیٰ کا بھی دھیان
رکھیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی
مقصود نہیں۔ دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
کہنے کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہیں،
پھر دو رکعت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں
کے شکریے میں پڑھیں۔
والسلام اولاً و آخراً ــــــ

مولانا عصمت اللہؒ فاروقی مرادآبادی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام اللہ
علی اخ فی اللہ عصمۃ اللہ۔ اُمرتُم
بالزاد و نُودِیَ فیکم بالرحیل فھیھات
الی الآن اشتغلتم بالقال والقیل

شعر

حاصل کن ازیں جہان فانی ہنرے
غافل منشیں زخویش چوں بے خبرے

چوں بنشیند غبار روشن گردد
کاسپ است بزیر رانت یا لاشہ خرے

نصیحت دل خفتہ را بیدار کند و دل مردہ را
بیزار حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .... اخی
فی اللہ عصمت اللہ پر اللہ کی رحمت ہو۔ بعد
سلام واضح ہو کہ تم کو زاد راہ مہیا کرنے کا
حکم دیدیا گیا ہے اور کوچ کی آواز لگادی گئی
ہے پھر بھی افسوس ہے کہ ابھی تک تم قیل وقال
میں مشغول ہو۔

(ترجمہ شعر) "اس جہان فانی میں کوئی کمال حاصل
کرلے اور بے فکر آدمی کی طرح غافل ہوکر مت بیٹھ۔"

"جب غبار چھٹ جائے گا تب پتہ چلے
گا کہ تیری سواری میں درحقیقت گھوڑا
تھا یا گدھا۔"

نصیحت دل خفتہ کو تو بیدار کرتی ہے مگر
دل مردہ کو ناراض و بیزار کرتی ہے۔ دیکھو
محاسبہ اخروی سے پہلے پہلے ہی اپنا محاسبہ
دنیا ہی میں خود کرلو۔

ے عشاق بعشق دست بردند و شدند
دل را بغم عشق سپردند و شدند

(ترجمہ شعر) عشاق نے عشق پر دسترس حاصل کی اور دنیا سے چلے گئے۔ انھوں نے اپنے دل کو غم عشق کے حوالے کر دیا اور رخصت ہو گئے۔

حق تعالیٰ جمعیت صوری و معنوی ارزانی کناد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد در اعانت ضعیفاں و مظلوماں بقدر وسع و امکان بذل جہد می نمودہ باشند۔

اللہ تعالیٰ تمکو جمعیت صوری و معنوی عنایت فرمائے بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ضعیفوں اور مظلوموں کی امداد و اعانت میں حتی الامکان اور حتی الوسع کوشش کرتے رہیں۔

مولانا عصمت اللہ فاروقی مرادآبادی کے نام (۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ بئس العبد عبدٌ تجبر واعتدیٰ ونسی الجبار الاعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و صلوٰۃ بُرا ہے وہ بندہ جس نے جبر و ظلم کا شیوہ اختیار کیا اور جبار اعلیٰ (خدا) کو بھول گیا۔ بُرا ہے وہ بندہ جس نے

_ بئس العبد عبد سہی ولہی
ونسی المقابر والبلیٰ بئس
العبد عبد عتیٰ وطغیٰ ونسی
المبتدیٰ والمنتہیٰ ___ قال
فخر الدین الرازی _

نسیان اور لہو ولعب کو اپنا شعار بنایا
اور مقابر کو اور اپنے جسم کے (قبر میں)
بوسیدہ ہونے کو بھول گیا ___ برا ہے
وہ بندہ جس نے سرکشی اور طغیان کو
پسند کیا اور اپنے آغاز اور انجام کو
بھول گیا ___ امام فخر الدین رازی
نے فرمایا ہے

ہ نہایۃ اقدام العقول عقالُ
واکثر سعی العالمین ضلالُ

(ترجمہ اشعار) عقلوں کے قدموں کی انتہا
پاؤں کی بندش سے زیادہ حیثیت
نہیں رکھتی اور اہل دنیا کی اکثر کوششیں
گمراہی ہیں ۔

وارواحنا فی وحشۃ من جسومنا
وحاصل دنیانا اذیً ووبال

ہماری روحیں ہمارے جسموں میں
گھبرا رہی ہیں ، ہمیں جو چیز دنیا سے
حاصل ہوئی ہے وہ تکلیف اور وبال
ہے ۔

بقیاسات عقل یونانی
نتواں یافت راہ ایمانی

قیاسات عقل یونانی سے راہ ایمانی
نہیں مل سکتی ، عقل بیچاری کی کیا مجال

عقل خود کیست تا بمنطق درائے
رہ بُرد با جناب پاک خدائے
گر بمنطق کسے ولی بودے
شیخ سینا ابو علی بودے

ہے کہ وہ منطق ورائے کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرے اگر منطق کے ذریعہ کوئی ولی ہوا ہوتا تو شیخ بو علی سینا اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ ولی ہوتے۔

چشمِ عقل از حقائقِ ایماں
ہست چوں چشم اکمہ از الواں

حقائقِ ایماں چشم عقل میں اسی طرح نہیں آسکتے جسطرح ایک مادر زاد نابینا کی آنکھ میں دنیا کے رنگ نہیں آسکتے"۔

ما کتبت الیکم فمن جمیل الوداد
لا من سبیل الھویٰ والعناد۔

میں نے تمکو جو لکھا ہے اس کا محرک حسن محبت ہے میں نے خواہش نفسانی اور دشمنی کی بناء پر نہیں لکھا ہے۔

شہابُ الدّین قلی ملقّب بغازی الدّین خان[1] کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برادر سعادت آثار محبت اطوار از کمترین فقرا محمد الرضا بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برادر سعادت آثار شہاب الدین قلی کمترین فقرا سے

---

[1] امیر کبیر شہاب الدین ابن عابد ابن عالم صدیقی السمرقندی۔ آپ کا لقب غازی الدین خان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

بعد دعائے جمعیت صوری و معنوی مطالعہ کریں۔ کہ مکتوب گرامی مع ایک	دعائے جمعیت صوری و معنوی مطالعہ نمایند کہ مکتوب شریف مع یادگار

صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ: فیروز جنگ خانخاناں سپہ سالار تھا۔ آپ دربار عالمگیری کے مشہور امرا میں سے تھے۔ سمرقند میں پیدا ہوئے، وہیں نشو و نما ہوئی اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ سبحان قلی کے یہاں تقرب حاصل کیا وہاں کچھ عرصے رہے۔ بعدہٗ ۱۰۹۰ھ میں ہندوستان آئے اور شاہ عالمگیرؒ کے دربار میں قرب نصیب ہوا۔ عالمگیرؒ نے ان کو عہدہ دیا اور ۱۰۹۲ھ میں غازی الدین خان بہادر لقب دیا۔ پھر ۱۰۹۵ھ میں فیروز جنگ لقب ملا۔ عالمگیرؒ برابر ان کے مراتب کو بڑھاتے رہے۔ ۱۰۹۹ھ میں اگرچہ ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں مگر اس کے باوجود عظیم معرکے انھیں کی رائے اور مشورے سے سر ہوئے تھے اسی بنا پر عالمگیرؒ نے ۱۱۰۵ھ میں ان کو سپہ سالار کا لقب دیا تھا جب عالمگیرؒ کا انتقال ہوگیا تو عالمگیرؒ کے لڑکے شاہ عالم نے آپ کو گجرات کا حاکم بنایا۔ وہیں آپکا انتقال ہوا۔ آپ اپنے زمانے کے بڑے امرا میں سے تھے۔ آپ کے مقابلے کا عقل شجاعت اور کرم و سخاوت میں کوئی دوسرا امیر نہ تھا۔ اپنی تدبیر سے بلاد کثیرہ اور متعدد قلعے فتح کئے عالمگیرؒ آپ سے بہت محبت رکھتے تھے اور دلبر رشید کہہ کر مخاطب فرماتے تھے ۱۱۲۲ھ میں احمد آباد میں انتقال ہوا وہاں سے دہلی لا کر دفن کیا گیا۔ اجمیری گیٹ پر آپکا مقبرہ ہے آپ کے پوتے نے وہاں ایک بڑا مدرسہ تعمیر کیا جو آج دہلی کالج کی شکل میں ہے۔ آپ نظام دکن کے مورث اعلیٰ تھے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۶ و غرابت نگار)

یک کوئی و دو مہر طلا رسید فاتحہ سلامتی خواندہ شد ۔ جزاکم اللہ خیراً ــــــ کما تزرع تحصد و کما تدین تدان ۔

کوئی اور دو اشرفیوں کے پہنچا۔ دعائے خیر کی گئی ــ جزاکم اللہ خیراً۔ جیسا بوؤ گے کاٹو گے ــ اور جیسا عمل کرو گے ویسا صلہ ملے گا

؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

(ترجمہ اشعار) مکافاتِ عمل سے غافل مت ہو حقیقت یہ ہے کہ گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اُگتا ہے۔

ہمچنیں گفتہ است پیر معنوی
کاے برادر ہرچہ کاری بدروی

پیر معنوی (حضرت مولانا رومؒ) نے یوں فرمایا ہے کہ اے بھائی تو جو بوئے گا وہی کاٹے گا ۔

تواضع فقرا نمودہ بودند بحکم حدیث مَن تواضع للہ رفعہ اللہ الیہ (او کما قالؐ) امیدوار رغبتِ دینی و دنیوی باشند کہ منہاج مدارجِ سعادت ابدیہ و معراج کراماتِ سرمدیہ محبتِ فقرا است ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل

تم نے فقرا کے ساتھ تواضع کا معاملہ کیا۔ اس حدیث کی رُو سے کہ "جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اللہ نے اس کو بلند کر دیا۔" تمکو دینی و دنیوی ترقیات کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ مدارجِ سعادت ابدیہ کا راستہ اور کراماتِ سرمدیہ کی سیڑھی محبتِ فقرا

العظیم ۔ نصیحت آنکہ کتاب منہاج العابدین
در مطالعہ داشتہ باشند و در ہر قلیل
وکثیر از جادۂ شریعت بیروں نزوند
ودر ادائے حقوق اللہ خصوصاً حقوق
عباد اللہ ۔ سعیٔ بلیغ نمایند و شغلے
کہ از بزرگانِ طریقت اخذ نمودہ اند مشتغل
باشند ۔ فالوقتُ سَیفٌ قاطع
وقت از دست رفتہ رجوع نہ نماید و
تیر از کمان جستہ باز نیاید زیادہ چہ
نویسد ۔

ہے ۔" اور یہ اللہ کا فضل ہی جس کو
چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔ اللہ بڑے
فضل وکرم والا ہے" ____ نصیحت
یہ ہے کہ کتاب منہاج العابدین اپنے
مطالعہ میں رکھیں اور ہر چھوٹے بڑے
معاملہ میں جادۂ شریعت سے باہر قدم
نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی
ادائیگی خصوصاً اللہ کے بندوں کے
حقوق کی ادائیگی میں پوری پوری
کوشش کریں اور جو ذکر وشغل بزرگانِ
طریقت سے حاصل کیا ہے اس میں مشغول
رہیں ۔ وقت سیفِ قاطع کی طرح ہے
ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔
اور کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں لوٹا
کرتا زیادہ کیا لکھوں ۔

شہاب الدین قلی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ
و برکاتہ.
برادر سعادت آثار محمد شہاب الدین
قلی بجمعیت صوری و معنوی کامیاب بودہ
جواہر انفاس نفیسہ را بطراز ذکر الٰہی جل شانہ
مجلّٰے و مزین گردانیدہ اوقات عزیزہ را
مغتنم پندارند.

؎ صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

و در ادائے حقوق اللہ خصوصاً حقوق عباد
اللہ سعی بلیغ بکار دارند کہ نجات اخروی
منوط و مربوط با دائے ایں دو حق است
والسلام ـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و
برکاتہ ـ
برادر سعادت آثار محمد شہاب الدین قلی
جمعیت صوری و معنوی سے کامیاب
ہو کر اپنے جواہر انفاس نفیسہ کو ذکر الٰہی
سے مجلّٰی و مزین کر کے اوقات عزیزہ
کو غنیمت شمار کریں ـ
(ترجمہ اشعار) اے عزیز، صوفی پابند
وقت ہوا کرتا ہے. طریقہ صوفی یہ
نہیں کہ کام کو کل پر ٹال دے.
ادائے حقوق اللہ خصوصاً ادائے
حقوق عباد اللہ میں سعی بلیغ کریں.
کیونکہ نجات اخروی انھیں دونوں
حقوق کی ادائیگی سے وابستہ ہے. والسلام

سیّد علی اکبرؒ کے نام

...... ہوش دار پنبہ از گوش برآر
ہیہات ہیہات کہ مرگ در کمین است و خواجہ
در خواب نوشیں است۔ برخیز کہ وقت
رحیل است توشہ برگیر کہ فرصت
قلیل است. اکنوں اگر آگاہ نباشی
میدانم کہ تباہ باشی ـ دریں مہلت
یسیر بذکر کثیر باید پرداخت ـ خود را
وہمہ را مردہ باید انگاشت ___
انک میت و انھم میتون۔

ع بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

..... ہوش میں آؤ ___ روئی کی ڈاٹ
کان سے نکال لو۔ افسوس موت
تو گھات لگائے بیٹھی ہے اور جناب والا
ہیں کہ خواب نوشیں میں مبتلا ہیں ___
اٹھو کہ کوچ کا وقت آگیا توشہ مہیا کرو
اب وقت کم رہ گیا. اب بھی اگر آگاہ
نہ ہوگے تو میں سمجھتا ہوں کہ تباہ ہو
جاؤ گے۔ اس مہلت قلیل میں ذکر کثیر
کے ساتھ مشغول رہنا چاہیئے. اپنے آپ
کو اور سب کو مردہ سمجھو. چنانچہ قرآن
مجید میں ارشاد ہے انک میت و انھم
میتون ___

(ترجمہ شعر) صبح کے وقت دن کی طرح یہ
بات روشن ہوجائے گی کہ تو نے اندھیری
رات میں کس سے عشق کیا تھا۔

شیخ محمودؒ کے نام

.......اگرچہ دل از ہمہ آزاد است اما برادر در دعا یاد است بگوشِ ہوش بنیوش کہ کوسِ رحلت نواختہ اند وکارِ آخرت نساختہ اند ــــ بر اختلالِ احوال باید گریست کہ ناقد بصیر است ودر عمل تقصیر است اگر بقیہ انفاس و آنات بذکرِ نفی واثبات معمور گردند سعادتِ ابدیست و کرامت سرمدیست ــــ و اگرنہ غرامت درپیش است وندامت بیش از بیش۔

.......اگرچہ میرا دل سب سے آزاد ہے مگر تم دعا میں یاد ہو۔ گوشِ ہوش سے سنو کہ کوچ کا نقارہ بجا دیا گیا مگر تم نے ابھی تک کارِ آخرت انجام نہیں دیا۔ احوالِ ناقص ہونے پر رونا چاہیئے۔ کمالِ اعمال پر نظر نہ رکھنی چاہیئے۔ اس لئے کہ پرکھنے والا (خدا) بصیر ہے اور عمل میں تقصیر ہے ــــ اگر باقی سانس اور باقی اوقات ذکرِ نفی واثبات سے معمور ہو جائیں تو سعادتِ ابدی اور کرامتِ سرمدی ہے ورنہ خسارہ سامنے ہے اور ندامت بیش از بیش ہے ــــ

؎ دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیم کُن اگر تُرا دسترس است

(ترجمہ اشعار) مجھ سے دل نے کہا کہ مجھے علم لدنی حاصل کرنے کا شوق ہے اگر تجھے اس علم پر قدرت ہے تو

گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ،
درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

مجھے سکھا دے۔ میں نے اس کو الف پڑھایا۔ اس نے کہا کچھ اور؟ میں نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ اگر کوئی سمجھدار انسان گھر میں موجود ہے تو اس کو بس ایک ہی حرف کافی ہے۔

عنایت خاںؒ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ___
الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اخوی عبدالعلیم، بذکر تفقدات کریمانہ تلطفاتِ رحیمانہ خاطر این جانب را شاد گردانید ___ آرے قدر درویشاں ہم ایشاں دانند۔ چوں در خزینۂ فقرا بہتر از دعا جوہرے دیگر نیست کہ بداں مکافات کنند ناچار درویشاں غائبانہ بشکرانہ دست بدعا بر داشتند و فاتحہ سلامتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ___
بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ برادرم عبدالعلیم نے تمہارے الطافِ کریمانہ اور نوازشہائے رحیمانہ کا تذکرہ کر کے ہمارے دل کو شاد کیا ___ بیشک تم درویشوں کی قدر جانتے ہو ___ چونکہ فقرا کے خزانے میں دعا سے بہتر کوئی موتی نہیں ہے جس کے ذریعے تمہارے احسانات کا بدلہ دیں ناچار درویشوں نے غائبانہ شکریے کے طور پر ہاتھ اٹھا کر تمہارے

ذات آں خانِ عالی درجات بر خوانند
کہ الدعآء بظہر الغیب اقرب
الی الاجابۃ.
ع درویش صفت باش و کلاہ تتری دار
والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ___

لئے دعائے خیر کی۔ حدیث شریف میں
ہے کہ پیٹھ پیچھے جو دعا کی جاتی ہے وہ
قبولیت سے بہت قریب ہوتی ہے۔
___ درویش صفت رہو چاہے
سر پر ٹوپی سپاہیانہ وضع کی رکھو

میر عزت اللہ کے نام

برادر ارجمند میر عزت اللہ بجمعیت
صوری و معنوی بہرہ مند باشند ___
مکتوبات برادر رسید شکایت قساوت
قلبی معلوم انجامید۔ دل برادر بواسطہ
تعلق امور متعددہ در تفرقہ ہست
تا خاطر متفرق از ساحت سینہ خیمہ بروں
نزند ذکر، تاثیر نکند و نور ظہور حق بجا
بر باطن طالب پرتو نیندازد

___

برادر ارجمند میر عزت اللہ جمعیتِ
صوری و معنوی سے بہرہ مند رہیں۔
تمہارے مکتوبات پہونچے قساوت و
سختی قلب کی شکایت معلوم ہوئی۔
تمہارا دل امور متعددہ سے تعلق
کے باعث تفرقہ میں ہے جب تک
وساوس متفرقہ صحن سینہ سے باہر ہو
کر خیمہ زن نہیں ہوتے ذکر، تاثیر نہیں
کرتا اور طالب کے باطن پر نورِ ظہورِ حق
پرتو انداز نہیں ہوتا۔

؎ اے در دل ہزار مشکل زہمہ
مشکل شود آسودہ ترا دل زہمہ
چوں تفرقۂ دلست حاصل زہمہ
دل را بیکے سپار و بگسل زہمہ

(ترجمہ اشعار، اے وہ شخص کہ تیرے دل میں بہت سی اشیاء کے تعلق کی وجہ سے خلفشار ہے یہ امر بہت ہی مشکل ہے کہ تیرا دل سب چیزوں سے یکسو ہو سکے۔ جب کہ تمام اشیاء سے تفرقۂ دل حاصل ہو رہا ہے تو پھر دل کو ایک ہی ذات کے سپرد کر دے اور سب سے تعلق توڑ لے۔

علاج آنست کہ بگوشہ بنشینی و اسم ذات پے در پے بمحبت و تعظیم در سویدائے قلب بگذرانی و تصور نمائی کہ ہمہ ذرات وجود از سر تا قدم بدیں اسم بزرگ ذاکر اند بحضور ندکو رحدے کہ ترا شعور بخودبت نماند

علاج یہ ہے ایک گوشے میں بیٹھ کر اسم ذات پے در پے محبت و تعظیم کے ساتھ اندرون قلب میں داخل کرو۔ اور یہ تصور کرو کہ تمام ذراتِ وجود سر سے پاؤں تک اس اسم بزرگ کا ذکر کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم کو خود اپنا شعور و ہوش باقی نہ رہے۔

؎ ذکر و ذاکر محو گردد بالتمام
جملگی مذکور ماند والسلام

(ترجمہ شعر، ذکر اور ذکر کرنے والا محو ہو جائے اور بس وہی ذات سامنے رہے

ہر چیزے کہ زدے در بقا باشی ازو
آخر ہدفِ تیر بلا باشی ازو

جس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔"
جس چیز سے بقا کی جانب رہنمائی نہ ہو آخر کار تو اسی چیز کی وجہ سے تیر بلا کا نشانہ بن جائے گا۔"

از ہر چہ بمردگی خدا خواہی شد
آں بہ کہ بزندگی جدا باشی ازو

ہر وہ چیز کہ مرنے پر تو اس سے جدا ہو جائے گا بہتر یہی ہے کہ زندگی ہی میں تو اس سے جدا ہو جائے۔

از مرگ میر عنایت اللہ عبرت گیرند و شکیبائی در زند۔ زیادہ چہ نویسد

میر عنایت اللہ کی موت سے عبرت اور صبر اختیار کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

شیخ بایزیدؒ کے نام (ایک درویش کی سفارش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہزاراں ہزار ثنا بے نیازے را کہ نیازمنداں را از عالم و عالمیان بے نیاز گردانید۔ الٰہی فقر و تنگ دستی دعیال مندی سید نور محمد چہ نویسم کہ تو نیک میدانی۔ اگر بندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہزاروں ہزار تعریفیں اس بے نیاز ذات کے لئے واجب ہیں جس نے اپنے نیازمندوں کو دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز کر دیا۔ اے اللہ! میں سید نور محمد کی تنگ دستی دعیال مندی کے بارے

از بندگان خود را خدمتِ معاونت فرمائی تو کریمی و او مشکور و اگر نه فرمائی تو حکیمی و اُو معذور۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الہدیٰ

میں کیا لکھوں تو خود ہی بہتر جانتا ہے اگر اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو سیّد نور محمد کی معاونت کا حکم فرمائے تو تو کریم ہے اور وہ بندہ مشکور ہو گا اور اگر کسی کو اس کی معاونت کا حکم نہ فرمائے تو تو حکمت والا ہے۔ اور بندہ معذور ہے

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

حضرت شاہ عبدالرّحیم فاروقی دہلوی

حالات ـــــ ملفوظات

مکتوبات

حالات اور واقعات

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ کی بابرکت شخصیت سے اوران کی ذات گرامی سے کون اہل علم اور اہل دل واقف نہیں، جنہوں نے تقریباً ساٹھ سال دہلی میں رہ کر تشنگان علم دین اور طالبان معرفت کو اسرارِ شریعت اور رموزِ طریقت کے اسباق پڑھائے ہیں حقائق و معارف کے دریائے نایاب تقسیم کئے ہیں، اپنے ذاتی صلاح و تقویٰ کی بلندی کے ساتھ اصلاح وارشاد، تزکیۂ قلوب اور تلقین حکمت میں اپنے اوقات بسر کئے ہیں۔ جنہوں نے اتباع شریعت اور متابعت سنت کا پورا پورا التزام کرتے ہوئے خالص درویشانہ اور متوکلانہ انداز میں اپنی پوری عمر گزاری ہے۔ جنہوں نے خانقاہ اور مدرسہ کے معتدلانہ امتزاج سے علمی و روحانی محفلوں کو ایک رونق تازہ اور حیاتِ خوش آیند بخشی ہے۔ جن کے نفسِ گرم کی تاثیر سے بہت سے اعلیٰ کردار انسان نمودار ہوئے جنہوں نے اسلام اور انسانیت کو فائدہ پہنچایا ــــــــ جن کے فیوض و برکات کی ایک عظیم الشان یادگار اُن کے صاحبزادے حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں جنہوں نے اسلامی علوم و فنون، اور ایمانی و احسانی حقائق کی اشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا، جنہوں نے اپنی تصانیف اور اپنے تلامذہ و رفقاء کے ذریعے فلاح دارین اور کیفِ مدام کے

سامان مہیا کر دیے، جن کے تعلیمی و روحانی کارنامے آج بھی عالمگیر اور ہمہ گیر ہیں اور انشا اللہ تعالیٰ ان کے حکمت و آب نظریات کی آفاقیت تا قیام قیامت روشن و برقرار رہے گی میرا خیال ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ذہن و فکر کا اندازہ اس وقت تک پوری طرح نہیں ہو سکتا جب تک ان کے ماحول، خاندان خصوصاً ان کے والد ماجد کی سیرت ساز شخصیت سے اچھی طرح واقفیت نہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تقریباً ۹۰ صفحات کا ایک رسالہ اپنے والد ماجد کے حالات میں لکھا ہے جس کا نام بوارق الولایہ ہے اور جو انفاس العارفین میں مندرج ہے۔ اس رسالہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے والد ماجد کے حالات و ملفوظات اس انداز سے لکھے ہیں کہ اگر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اپنی خود نوشت سوانح عمری لکھتے تو شاید اس سے زیادہ جامع اور پر کیف نہ ہوتی ——— میں چاہتا ہوں کہ اس رسالے کا خلاصہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے اس کے ساتھ ساتھ انفاس رحیمیہ اور ارشاد رحیمیہ سے بھی کچھ اقتباسات لیکر حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ کے حالات و کلمات طیبات کا ایک مجموعہ اور مرقع پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں ——— اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام ناظرین کو بزرگوں کے حالات و اقوال سے مستفیض فرمائے (آمین) کیا عجب ہے ان اکابر دین کی برکت سے عشق الٰہی، شوق اتباع سنت اور ذوق طلب آخرت کا کوئی ذرہ ہمارے قلوب میں بھی پیدا ہو جائے ———

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ وجیہ الدین فاروقی شہیدؒ ہیں ــــ جو کمالِ تقویٰ و

شجاعت سے موصوف اور سپاہیانہ انداز میں رہنے والے درویش صفت انسان تھے ــــ مالی اور اقتصادی حیثیت سے ایک متوسط قسم کے باوضع شخص تھے ــــ درباری امراء کی رفاقت اور لشکر شاہی کی ملازمت میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گذارا مگر جذبۂ دین داری اُن کے ہر عمل و کردار سے ظاہر ہوتا تھا ــــ ہر رات قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کرنا ان کا ایسا معمول تھا کہ سفر و حضر میں اور کسی حال میں ناغہ نہیں ہوتا تھا ــ جب قوتِ بصر ضعیف ہو گئی تو جلی قلم سے لکھا ہوا قرآن حاصل کر لیا جو سفر میں بھی ساتھ رہتا تھا ــــ سفر میں اپنے گھوڑے کو کھیتوں سے ہٹا کر لیجاتے تھے اس خوف سے کہ کہیں گھوڑا کسی کی کھیتی میں منہ نہ ڈال دے اور اسے پامال نہ کر دے

ــــ حضرت شاہ عبد الرحیمؒ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد ماجد اپنے خادموں، ملازموں اور گھاس بیچنے والوں تک سے ایسا نرمی اور انصاف کا معاملہ کرتے تھے کہ متقیان زمانہ میں وہ کم پایا جاتا ہے ــــ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ راہ سلوک میں بھی گامزن ہو گئے تھے اور ان کے حالات میں بہت بلندی آگئی تھی ــــ شیخ وجیہ الدین شہیدؒ کی شجاعت و جرأت کے بہت سے عجیب و غریب واقعات انفاس العارفین میں لکھے ہوئے ہیں ــ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے والد ماجد کی زبانی اپنے دادا کی شہادت کا واقعہ بھی تفصیل سے لکھا ہے ــ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ شہادت سے کچھ دنوں پہلے حضرت شہیدؒ ایک رات تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے ــ اس نماز میں سجدہ اتنا طویل کیا کہ شاہ عبد الرحیمؒ کو یہ گمان ہوا کہ شاید انکی روح پرواز کر گئی

جب نماز سے فارغ ہوئے تو استفسار کرنے پر فرمایا کہ مجھ پر ایک بیہوشی طاری ہوئی جس میں شہیدوں کے حالات پر مجھے مطلع کیا گیا ان کے درجات و مثوبات مجھے اس قدر مرغوب ہوئے کہ میں نے حضرت حق سے الحاح و زاری کے ساتھ اپنی شہادت کی درخواست کی تا آنکہ اس دعا کی اجابت و قبولیت میرے اوپر منکشف ہوگئی اور بجانب دکن اشارہ ہوا کہ جائے شہادت وہاں ہے، باوجودیکہ فوجی ملازمت ترک کر چکے تھے مگر اس واقعہ کے بعد انھوں نے از سر نو اسباب سفر فراہم کیا گھوڑا خریدا اور دکن کی طرف متوجہ ہو گئے ـــــ گمان یہ تھا کہ اسوقت کے ایک مشہور غیر مسلم باغی سردار سے مقابلہ ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوا ـــــ جب برہان پور پہونچے تو ان پر منکشف ہوا کہ موضع شہادت کو پیچھے چھوڑ آئے ہو، برہان پور سے رجوع کیا، اثنار راہ میں تاجروں کے ایک مختصر سے قافلے سے ملاقات ہوئی جو صفت صلاح و تقویٰ سے متصف تھے، ان کے قافلے میں شریک ہو گئے اور قصبہ ہندیا سے دہلی واپس جانے کا ارادہ تھا ایک بوڑھا غیر مسلم سامنے آیا جو افتاں و خیزاں چل رہا تھا آپ کو اس کے حال پر رحم آیا، دریافت فرمایا کہاں کا قصد ہے اس نے کہا میں دہلی جا رہا ہوں، فرمایا اچھا روزانہ کچھ دام اپنے خرچ کیلئے ہمارے آدمیوں سے لے لیا کرنا ـــــ درحقیقت وہ بوڑھا ڈاکوؤں کا جاسوس تھا جب سرائے نوبریا میں پہونچے تو اس جاسوس نے اپنے ساتھیوں کو خبر کردی. ڈاکوؤں کا ایک بڑا گروہ سرائے میں داخل ہوا حضرت شیخ وجیہ الدین اس وقت تلاوت کلام مجید میں مشغول تھے. ڈاکوؤں میں سے دو ایک نے آگے بڑھ کر دریافت کیا کہ وجیہ الدین کون ہے؟ جب معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ نہیں کہنا، ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ مال

نہیں ہے اور تم نے ہمارے ایک آدمی کے ساتھ سلوک بھی کیا ہے ـــــ لیکن یہ تاجر فلاں فلاں قیمتی سامان اپنے ہمراہ رکھتے ہیں ہم ان کو لوٹیں گے ـــــ حضرت شہیدؒ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ جیتے جی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ساتھیوں کو لٹتا اور غارت ہوتا دیکھیں. خود پوری ہمت اور جرأت کے ساتھ ان سے لڑنے پر آمادہ ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھائے مگر اتنی کثیر جماعت کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے بالآخر شہید ہوئے اور اسی سرزمین میں دفن ہوئے ـــــ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کا بیان ہے کہ ان کے والد ماجد شہادت کے بعد اسی دن شام کو دہلی میں ان کے سامنے متمثل ہوئے تھے ـــــ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کے جسد کو دہلی میں منتقل کر دوں لیکن انھوں نے متمثل ہو کر منع فرمادیا ـــــ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی ننہال

شیخ رفیع الدین محمد ابن شیخ قطب العالم ابن حضرت شیخ عبدالعزیز شکربار دہلویؒ آپ کے نانا تھے ـــــ شیخ رفیع الدین محمد کے والد ماجد شیخ قطب العالم کی یہ خصوصیت قابل فخر ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے آغاز سلوک میں مدتوں انکی خانقاہ میں قیام کر کے ان سے تعلیم حاصل کی ہے ـــــ اسی زمانہ میں حضرت شیخ قطب العالم پر ایک رات یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ نصیب خواجہ، بخارا میں ہے ـــــ اسی وقت آپ نے حضرت خواجہؒ سے فرمادیا تھا کہ تم کو مشائخ بخارا طلب کر رہے ہیں، چنانچہ وہ بخارا روانہ ہوگئے اور وہاں حضرت خواجہ امکنگیؒ سے سب کچھ حاصل کیا ـــــ جب حضرت خواجہؒ واپس آئے

تو خود شیخ قطب العالمؒ نے حضرت خواجہ سے روحانی فیض حاصل کیا ـــــ شیخ قطب العالمؒ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے شیخ رفیع الدین محمدؒ تھے انھوں نے طریقہ چشتیہ و قادریہ اپنے والد ماجد سے اخذ کیا تھا اور شیخ نجم الحق کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے تھے ـــــ بعدہٗ اپنے والد بزرگوار کی ترغیب تاکید سے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی صحبت میں بالالتزام رہنے لگے ـــــ حضرت خواجہؒ کو شیخ رفیع الدین محمدؒ کی جانب بہت التفات تھا۔ شیخ رفیع الدین محمدؒ جو بات خدمتِ خواجہ میں عرض کرتے تھے اسکو شرف قبولیت بخشا جاتا تھا ـــــ فیض یافتگان حضرت خواجہؒ اسی بناء پر شیخ رفیع الدین محمدؒ کو محبوب خواجہ کہتے تھے۔

شیخ رفیع الدین محمدؒ کا عقدِ نکاح

شیخ رفیع الدین محمدؒ کا دوسرا نکاح جب شیخ محمد عارف ابن شیخ عبد الغفور اعظم پوریؒ (خلیفہ قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی) کی صاحبزادی سے ہونا قرار پایا تو مجلس نکاح میں شرکت کیلئے شیخ رفیع الدین محمدؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہؒ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنے ضعف کا عذر فرمایا اس پر شیخ نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا تشریف نہیں لیجائیں گے تو میں بھی نہیں جاؤں گا ـــــ مجبوراً حضرت خواجہؒ اعظم پور باشندہ نزد بچھرایوں (ضلع مراد آباد) تشریف لیگئے ـــــ "انفاس العارفین" میں لکھا ہے کہ اس طرف کے صوفیاء کرام نے جب حضرت خواجہؒ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو جوق در جوق استقبال کے لئے آئے۔ تیس تیس کوس سے اہل اللہ حضرت خواجہؒ کی

ملاقات کے اشتیاق میں کھچ کھچ کر اعظم پور باستہ پہنچ گئے تھے ___ اس طرح ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک عجیب روحانی مجلس منعقد ہوئی ___ حضرت شاہ ولی اللہ اس واقعے کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی والدہ ماجدہ جو کہ شیخ رفیع الدین محمدؒ کی صاحبزادی تھیں، انھیں اعظم پور کے شیخ محمدؒ عارف کی نواسی تھیں ___

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے ابتدائی حالات اور تعلیم

حضرت شاہ عبدالرحیم تقریباً ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے جب ہوش سنبھالا تو تحصیل علم میں مشغول ہو گئے بچپن ہی آثار رشد و صلاحیت آپ کے اطوار سے نمایاں تھے خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے ماموں شیخ عبدالحیؒ ایک اونچے درجے کے درویش مزاج نیک دل انسان اور متقی بزرگ تھے انھوں نے اپنے لڑکوں کی تربیت میں بہت کوشش کی مگر وہ تمام نہیں ہوتے تھے اس بات سے ___ ان کو بہت غم تھا میرے بچپن کے زمانے میں ایک دن ماموں صاحب نے مجھے دیکھا کہ میں دستار زانو پر رکھے ہوئے دھیان کے ساتھ قاعدے کے مطابق مسنون طرز پر وضو کر رہا ہوں تو بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور یوں فرمایا کہ میں اپنی اولاد کے اندر تربیت کا اثر نہ ہونے کی وجہ سے ڈرتا تھا کہ کہیں ہمارے اسلاف کی نسبت منقطع نہ ہو جائے ___ اب معلوم ہوا کہ ہمارے خاندان میں اسلاف کی نسبت و خصوصیت کا حامل موجود ہے ___ اگر اولاد پسری میں نہیں تو کیا غم ہے اولاد دختری میں تو ہے۔

انفاس العارفین میں ہے کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لیکر شرح عقائد اور حاشیۂ خیالی تک اپنے بھائی شیخ ابو الرضا محمدؒ سے پڑھا ہے اور چند دیگر کتب میرزا ہد ہرویؒ سے پڑھی ہیں ۔

حضرت خواجہ خردؒ سے تلمذ

حضرت خواجہ خردؒ سے بھی تھوڑی سی تعلیم حاصل کی ہے اس کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ جب میں اپنے بھائی سے شرح عقائد اور حاشیۂ خیالی پڑھ رہا تھا تو میں نے ایک مقام پر ایک اعتراض کیا بھائی نے اسکا جواب دیا اس کے بعد برابر سوال و جواب ہوتا رہا اور ایک مناظرے کی سی شکل پیدا ہو گئی جس سے طرفین میں کچھ رنجش سی پیدا ہو گئی میں نے اس کتاب کا پڑھنا موقوف کر دیا ۔ ایک دن ہم دونوں بھائی حضرت خواجہ خوردؒ کی خدمت میں گئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ خیالی کہاں تک ہو گئی میں نے کہا کہ عرصے سے میں نے اس کا پڑھنا موقوف کر دیا ہے ، فرمایا کیوں ؟ میں نے عرض کیا کہ احکام نماز روزہ سے تو آگاہی ہو گئی ہے اب اس سے زیادہ تعلیم میسر نہیں ہے اس بات کو اور زیادہ اہتمام سے وجہ دریافت کی آخر کار اصل وجہ معلوم ہو گئی فرمایا اچھا ہمارے پاس پڑھو اور اس بات کو بڑی تاکید سے فرمایا ــــــ میں صبح کو کتاب آپ کے پاس لے گیا آپنے درس دیا جب میں نے وہ اعتراض آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اسکو بہت پسند فرمایا اور قوت اعتراض کا اظہار اور اعتراف کیا ، دوسرے اور تیسرے دن بھی درس دیا چوتھے دن فرمایا کہ تمہارے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ نے مجھکو بس تین دن ہی سبق

پڑھایا ہے میں بھی تم کو تین دن سے زیادہ درس نہیں دوں گا۔ پھر حضرت خواجہ خردؒ نے اپنے تین دن کے اسباق کا دلچسپ واقعہ سنایا (جو انفاس العارفین میں درج ہے) اور ساتھ ہی ساتھ حضرت خواجہ خردؒ نے شیخ رفیع الدین محمدؒ کی یہ کرامت بھی بیان فرمائی کہ تین دن درس دینے کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اگر تمہیں فن تصوف کی تحقیق مقصود ہو تو مجھ سے کہو میں تمہارے مکان پر آکر روزانہ پڑھا جایا کروں گا۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم یہاں آنے کی زحمت اٹھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میرا یہاں آنا حضرت تجویز نہیں کرتے اور حضرت کی تکلیف مجھے منظور نہیں ہے تو اب یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ سے تعلیم حاصل کرنیکا سلسلہ ختم ہوا ___ اس پر خوش ہو کر فرمایا کہ ایک صورت اور بھی ہے اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد فیروز شاہی میں تشریف لائے اور ایک جگہ متعین کی اور فرمایا تصوف کی کوئی سی بھی مشکل کتاب ہو تم کو یہاں بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرنا چاہئے ___ اگر کتاب حل نہ ہو تو میرا ذمہ ہے ___ اس کے بعد کسی کتاب میں کوئی مشکل پیش آئی تھی تو میں اُس جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرتا تھا مشکل حل ہو جاتی تھی۔ اگر ایک بالشت بھی اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھتا تھا تو وہ دوسرے مواضع کی حیثیت رکھتی تھی جب حضرت خواجہ خردؒ نے یہاں تک بیان فرمایا تو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے عرض کیا کہ وہ تین سبق تو اس کرامت کے ساتھ مقید تھے اگر آپ بھی کوئی تصرف فرما دیں تو بہت اچھا ہو۔ فرمایا کہ میں تمہارے متعلق یہ کہتا ہوں کہ اب آئیندہ تمہیں کسی کتاب کے مطالعے میں مشکل پیش آجائے تو تم میرے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں نابکار نے میری راہ

لوٹ لی۔ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بحمداللہ اس کے بعد مجھے مطالعہ میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی اگرچہ میں نے تکمیل میر زاہد کے پاس کی مگر وہاں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حاصل کی ہوئی چیز کو حاصل کر رہا ہوں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک کتاب کا اول حصہ ابھی پڑھ رہا ہوں اور اس کے آخری حصے کو پڑھا دیتا تھا۔

مرزا محمد زاہدؒ سے تلمذ

آپ نے مرزا زاہد ہرویؒ سے معقولات اور علم کلام کی کتابیں پڑھیں جس زمانے میں حضرت شاہ اورنگ زیب عالمگیر آگرہ میں تھے۔ مرزا محمد زاہد ہروی محتسب لشکر کی حیثیت سے وہیں رہتے تھے۔ آپ بھی اپنے والد ماجد شیخ وجیہہ الدین شہیدؒ کے ہمراہ ـــــ آگرہ چلے گئے تھے۔

اس زمانہ تعلیم کے بہت سے واقعات انفاس العارفین میں مختلف مقامات پر لکھے ہوئے ہیں۔

انفاس العارفین میں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی زبانی ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ و اصولیہ میں نے مرزا زاہد ہروی سے پڑھی ہیں وہ میری جانب بہت توجہ فرماتے تھے ـــــ اگر کسی دن میں نے یہ کہہ کر کہ آج میں نے مطالعہ نہیں کیا ہے ـــــ سبق ناغہ کرنا چاہا تو فرماتے تھے میاں سبق ناغہ نہیں ہونا چاہیئے ایک دو سطر ہی پڑھ لو ـــــ

مرزا محمد زاہد کا تقویٰ، ایک دلچسپ واقعہ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ مرزا محمد زاہد نے

ماہ رمضان میں ایک دن میری دعوت کی ــــــ میں ان کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا
جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک کباب فروش آیا اور کبابوں سے بھرا ہوا ایک خوان ان
کے سامنے لاکر رکھدیا اور کہا کہ میں یہ کباب بطور نذرانہ لایا ہوں مرزا زاہد نے تبسم فرمایا اور
کہا کہ اے شخص نہ میں تیرا پیر ہوں اور نہ استاد ہوں پھر نذرانہ کس بات کا ہے ؟ تیری کوئی
نہ کوئی غرض ہے ، اپنی غرض بیان کر، اس نے کہا میں کوئی غرض نہیں رکھتا مرزا زاہد ہروی
نے بہت تاکید سے کباب لانیکی وجہ دریافت کی بالآخر معلوم ہوا کہ اس کی دوکان راستہ پر
ہے مرزا زاہد کے سپاہیوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس کی دوکان وہاں سے ہٹادیں ــــــ
یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے ہم کل کو ایک شخص بھیجیں گے تاکہ وہ انصاف کرے . پھر فرمایا
کہ اب جاؤ (اور کباب بھی لے جاؤ) کباب فروش نے کہا کہ یہ کباب تو میں نے آپ کے لئے
بنائے ہیں اب تو میں ان کو بیچ بھی نہیں سکتا ہوں اس لئے کہ اس وقت اس قدر کباب
کوئی بھی نہیں خریدے گا آپ نے اپنے لڑکوں کے معلم کو آواز دیکر بلایا اور فرمایا کہ ان کبابوں
کی قیمت کا اندازہ کرو اور ہمارے گھر سے دام ادا کردو معلم نے آٹھ آنے قیمت تجویز کی .
شاہ عبدالرحیمؒ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے استاد سے آہستہ سے کہا کہ جناب عالی آپ کی
غرض تو یہ ہے کہ رشوت سے اجتناب ہو مگر آپ کا مقصد کسی طرح پورا نہیں ہو رہا ہے اسلئے
کہ ان کبابوں کی قیمت تو مجوزہ قیمت سے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے یہ شخص صرف آٹھ آنے
لینے پر اس لئے راضی ہو گیا کہ اس کی ایک غرض وابستہ ہے . مرزا زاہد کو تنبہ ہوا اور کباب
فروش کو اپنے پاس بلاکر دریافت فرمایا کہ سچ سچ بتا گوشت ، مصالحہ اور ایندھن کس قیمت کے

تھے اور تیری اجرت کتنی ہوئی ــــ جب حساب ہوا تو کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے بیٹھی یہی رقم اس کو دی گئی اس کے بعد مرزا زاہد نے معلم کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے تھے کہ میں روزے کو حرام طریقے سے حاصل کئے ہوئے کھانے سے افطار کروں؟ ــــ یہ کون سی عقلمندی اور کہاں کی ہمدردی تھی؟ ــــ بعدہٗ وہ کباب تناول فرمائے۔

مرزا زاہد کا مختصر حال حضرت شاہ ولی اللہ کے قلم سے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے انفاس العارفین میں مرزا زاہد کا مختصر حال اس طرح قلمبند فرمایا ہے۔

مرزا محمد زاہد[1] ہروی قاضی اسلم[2] کے فرزند تھے قاضی اسلم جہانگیر کے زمانے میں ہرات

---

[1] مرزا محمد زاہد صاحب حواشی مشہور رہیں۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی اپنے والد قاضی اسلم اور دیگر فضلائے وقت سے تحصیل علم کی۔ شاہجہاں کے زمانے میں تحریر وقائع کابل کی خدمت پر مامور ہوئے اور عہد عالمگیری میں احتساب عسکر سلطانی بعدہٗ صدارت کابل سے ممتاز ہوئے اور کابل ہی میں ۱۱۰۱ھ میں وفات فرمائی۔ (ماخوذ از مہر جہانتاب قلمی مولفہ حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلوی رح)

[2] حضرت خواجہ کوہی جو سر خیل مشائخ خراسان تھے آپکے مورث اعلیٰ تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے لاہور کے اکابر علماء سے علم حاصل کیا بعد تکمیل آگرہ آئے اور قضائے کابل سے ممتاز ہوئے، پھر انکو قضائے عسکر سلطانی پر مامور کیا گیا۔ جہانگیر کے بعد شاہجہاں نے ان کو اسی عہدے پر فائز رکھا ۱۰۶۰ھ میں مستعفی ہو کر لاہور چلے گئے وہیں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (ماخوذ از مہر جہانتاب)

سے ہندوستان آئے تھے جہانگیر نے ان کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا تھا ــــ

مرزا محمد زاہد ملا محمد فاضل بدخشانی کے شاگرد تھے ابتدائے جوانی میں کابل پہنچکر ملا صادق حلوائی سے بھی تلمذ کیا تھا۔ بعد ازاں طوران جاکر مرزا محمد جان شیرازی کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اور فنونِ حکمت کو ملا یوسف سے حاصل کیا جو مرزا محمد جان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مشہور زمانہ اساتذہ میں سے تھے ــــ پھر لاہور وارد ہوئے اور تفسیر و اصول کو ملا جمال لاہوری سے پڑھا جو کہ عربیت میں یگانۂ روزگار تھے ــــ آخر میں وہ حاوی علوم عقلیہ و نقلیہ ہو گئے ــــ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کرلی تھی ــــ جودتِ ذہن اور استقامتِ فہم میں اپنے زمانے کے اندر بے نظیر تھے ــــ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں مشہور اور طالبانِ علم کے درمیان رائج ہیں ۔

حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح تہذیب، حاشیہ تصور و تصدیق ان کے علاوہ بھی اور تصانیف ہیں ۔

غالباً حاشیہ شرح مواقف کا مسودہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رح کے پڑھنے کے زمانے میں ہوا اور اس کا مبیضہ کابل میں کیا گیا ہے ــــ مرزا زاہد نے جب منصب احتساب سے استعفا دیدیا تو کابل چلے گئے، اور وہیں گوشۂ عزلت اختیار کرلیا ــــ مرزا محمد زاہد، صوفیار کے مشرب صافی سے بھی بہرۂ تام رکھتے تھے اور اکابر طریقت میں کسی ایک بزرگ کے صحبت یافتہ بھی تھے ــــ

راہِ سلوک پر گامزنی

خود بیان فرمایا کرتے تھے اور ارشاد رحیمیہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ میں نو، دس سال کا تھا کہ خواجہ ہاشم نام کے ایک بزرگ بخارا سے دہلی آئے اور ہمارے محلے میں آکر ٹھہرے۔ انھوں نے مجھ کو تختی یا کاغذ پر اللہ لکھنے کی تلقین کی کچھ عرصے بعد فرمایا اب خیال سے دل کے اردگرد اسم ذات کو لکھا کرو ____ اسکی اتنی مشق کم سنی ہی میں ہو گئی تھی کہ میں جب شرح عقائد و حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اس وقت میں نے حاشیہ عبد الحکیم کو نقل کرنیکا ارادہ کیا، تو کم و بیش ایک جزو پر اسم ذات ہی لکھتا چلا گیا اور مجھے یہ خیال ہی نہ رہا کہ حاشیہ عبد الحکیم لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں ____ فرماتے تھے کہ خواجہ ہاشمؒ نے دو ایک باتوں سے میرا امتحان لیا اور بالآخر یہ فرمایا کہ تمہاری استعداد اونچی ہے تم بہت عالی ہمت ہو میں چاہتا ہوں کہ تم فی الحال اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرلو۔ ____ چنانچہ انھوں نے شغل کتابت اسم ذات کی تلقین کی جس کا ذکر ہو چکا۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال کا تھا کہ حضرت زکریا علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا انھوں نے ذکر اسم ذات، تلقین فرمایا۔ اس سے ایسی کیفیت ظہور پذیر ہوئی کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ____ فرماتے تھے اس کے بعد میں نے حضرت شیخ عبد العزیز شکر بار دہلویؒ کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے ہیں " اے فرزند! اُس وقت تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا جب تک حضرت خواجہ تمکو قبول نہ فرمالیں ____ اس کے بعد تمکو اختیار ہے۔" ____

حضرت خواجہ خردؒ سے خواب کا ذکر

فرمایا کرتے تھے کہ اس خواب کے بعد میں حضرت خواجہ خرد کی خدمت میں گیا اور تعبیر، دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ اس شہر دہلی کے اکابرین اس وقت آپ کے علاوہ کوئی بھی لقب خواجہ سے ملقب نہیں ہے۔ اس پر حضرت خواجہ خردؒ نے فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم کو خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بعیت منامی نصیب ہوئی۔ میں اس قابل کہاں ہوں کہ حضرت شیخ عبدالعزیز شکربارؒ مجھے خواجہ سے تعبیر فرمائیں ـــــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

فرماتے تھے کہ مجھے اس تعبیر کا انتظار تھا ــ کثرت سے درود شریف پڑھتا تھا ایک رات درود پڑھتے پڑھتے بیہوش ہوگیا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بعیت فرمایا اور نفی واثبات کی تلقین فرمائی ــ

حضرت خواجہ خردؒ سے بعیت کی درخواست اور انکا مشورہ

اس واقعے کے چند روز بعد میں نے حضرت خواجہ خرد سے عرض کیا کہ آپ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ تو حاصل ہوگئی اب اس کے بعد میرے بارے میں کیا مشورہ ہے ــ فرمایا کہ ظاہر میں بھی کسی سے بعیت ہو جانا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے بعیت ہونا چاہتا ہوں اس پر حضرت خواجہ خردؒ نے فرمایا کہ میں تمکو بہت عزیز اور دوست رکھتا ہوں میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری بعیت مجھ سے ہو ــ میں

نے کہا میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دوستی، بیعت قبول نہ کرنیکا سبب کیسے ہوگئی؟
اس بات پر آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھ سے کبھی کبھی بعض ایسے امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو
حکم شرع کے مطابق نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں بھی قدرے تساہل کر جاتا ہوں
ایسا نہ ہو کہ تم پر اس کا اثر پڑے اور تمہارا قدم مجھ سے بیعت ہو جانے کے رشتے سے
جادۂ شرع سے کچھ لغزش کر جائے۔ ہاں میری صحبت میں رہ سکتے ہو فائدہ پہونچانے میں
کوئی کمی نہ کروں گا۔ —— پھر میں نے عرض کیا اچھا آپ جس بزرگ سے فرمائیں
میں اس سے متوسل ہو جاؤں فرمایا کہ اگر حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہ کے خلفاء
میں سے کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ تو بہت ہی مناسب ہے اس لئے کہ یہ حضرات، اتباع
شریعت، ترک دنیا اور تہذیب نفس میں امتیاز تام رکھتے ہیں —— میں نے عرض کیا
کہ ہمارے پڑوس میں (محلہ کوشک نزد دہلی میں) سید عبد اللہؒ خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ
مقیم ہیں۔ فرمایا بس وہی غنیمت ہیں اُن ہی سے رابطہ پیدا کر لو۔

حضرت حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادیؒ سے تعلق

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ نے فرمایا کہ میں نے اس مشورے پر
عمل کیا اور حضرت حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادیؒ کی خدمت
میں حاضر ہوا باوجود یکہ وہ اپنے کو بہت چھپاتے تھے اور
ذوق گمنامی ان پر غالب تھا مگر پہلی مرتبہ جانے پر بیعت فرما لیا اور اپنے فیوض و برکات
سے مستفیض فرمایا —— (بالآخر طریقہ نقشبندیہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور شرف اجازت
سے سرفراز کیا)

حالات حضرت حافظ سید عبد اللہ رح

حضرت شاہ عبد الرحیم رح اپنے پیر و مرشد کا ذکر کثرت سے فرمایا کرتے تھے جو انفاس العارفین میں تفصیل سے موجود ہے یہاں چند باتیں لکھتا ہوں فرماتے تھے کہ حضرت سید عبد اللہ رح، دراصل قریہ کھیڑتی کے رہنے والے تھے جو علاقہ بارہہ میں ہے بچپن ہی میں آپکے والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا۔ خدا طلبی کا جذبہ کم سنی ہی میں آپ کے اندر تھا۔ اولیاء اللہ کی تلاش میں سفر کرتے اور گشت لگاتے رہتے تھے اسی تلاش و جستجو میں پنجاب کے علاقے میں پہونچ گئے۔ وہاں ایک بزرگ سے ملے جو اعلیٰ درجے کے قاری تھے ایک مسجد میں جو جنگل میں واقع تھی متوکلانہ رہتے تھے۔ آپ اُن کی خدمت میں رہے اور راہ سلوک کو طلب کیا ان بزرگ نے فرمایا۔

"میاں تلقین و ارشاد تو تم کو ایک دوسرا ہی شخص کریگا جس کے پاس انشاء اللہ تعالیٰ تم مستقبل قریب میں پہونچو گے ــــ میرے پاس تو تم قرآن مجید حفظ کر لو" چنانچہ آپنے اس جنگل کی مسجد میں ایک مدت تک مقیم رہ کر قرآن حفظ کرلیا اور ساتھ ہی ساتھ استاد سے نیکی اور تقویٰ کے طور طریقے بھی سیکھ لئے ـــ حضرت سید عبد اللہ رح فرمایا کرتے تھے میں جب حفظ قرآن سے فارغ ہوگیا تو ان بزرگ نے مجھے رخصت کر دیا اور فرمایا جاؤ جہاں کہیں صاحب ولایت مل جائے اس کی خدمت میں انتہائی کوشش سے کام کو پورا کر نا ــــ اس کے بعد آپ سامانہ میں شیخ ادریس رح سامانی کی خدمت میں پہونچے۔ شیخ ادریس سامانی رح ایک متوکل بزرگ تھے اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت پسند نہیں کرتے تھے۔

سلسلۂ قادریہ میں منسلک تھے۔ حافظ سید عبداللہؒ نے جب دروازے کی زنجیر کھٹکھٹائی تو شیخ نے اندر ہی سے یہ فرمایا کہ کہیں اور جاؤ میرے پاس وہ شخص رہ سکتا ہے جو بالکل مردہ ہو اس کو طعام و لباس کی فکر نہ ہو آمیزش خلق سے کنارہ کش ہو اور ضروری کاموں کے علاوہ میرے دروازے سے نہ ہلے ـــــ آپ نے یہ سب شرطیں قبول کر لیں اور وہاں رہ کر سلوک طے کیا ـــــ پھر تو شیخ ادریس سامانی نے آپکی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول فرمائی اسی اثناء میں شیخ کے صاحبزادے نے حافظ صاحب سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا اس کی وجہ سے توجہ اور دوبالا ہوگئی آپ نے بھی شیخ کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ـــــ شیخ کے لئے استنجے کے ڈھیلے مہیا کرتے تھے نیز شیخ اور اہل بیت شیخ کے کپڑے جمعرات کے دن نہر پر جا کر دھوتے تھے ـــــ

بعد وفات شیخ ادریس سامانیؒ آپ حضرت شیخ آدم بنوریؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہونچے، ان کو بھی ایک عالی مقام، پابند شریعت، عظیم المرتبہ اور قوی التاثیر بزرگ پایا ـــــ ان کے طریقے کو پسند کر کے ان ہی کے ہو گئے مدتوں ان کی صحبت اٹھائی، بہت کچھ فیض پایا بالآخر ان کے خلیفہ مجاز ہوئے ـــــ

حضرت سید عبداللہ حافظ کلام اللہ تو تھے ہی زبردست قاری اور تجوید کے ماہر بھی تھے۔ قرآن مجید اس انداز میں پڑھتے تھے کہ سامعین بے خود ہو جاتے تھے۔ ـــــ ایک بار قاریان دار اشکوہ میں سے نو قاری حضرت سید عبداللہؒ کی قرأت کا امتحان لینے آئے اور آپکی قرأت سنکر حیران و ششدر رہ گئے ـــــ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کا بیان ہے کہ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے بارہا یہ الفاظ سُنے ہیں ـــــــ "کفش بر سر کشف" ـــــــ مراد یہ تھی کہ کشف و کرامت کا کوئی اعتبار نہیں اصل چیز استقامت ہے، ـــــــ حضرت حافظؒ پر اخفا و خمول کا غلبہ تھا۔ معمولی حیثیت میں رہتے تھے ـــــــ اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے ممتاز نہیں رکھتے تھے ـــــــ بسا اوقات ضعیفوں کا کام کاج خود جا کر انجام دیتے تھے۔

حضرت سید عبداللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ نے جب عزم حج کیا تو میں نے بھی ہمراہ جانیکا ارادہ ظاہر کیا ـــــــ پیر و مرشد نے فرمایا کہ تمہارا ہندستان رہنا ضروری ہے اور ایک حکمت کی بنا پر ضروری ہے جو آگے چل کر تمہیں معلوم ہوگی ـــــــ فرمایا کہ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ حکمت تمہاری (شاہ عبدالرحیمؒ کی) تربیت تھی جو میرے ذریعے انجام پانا تھی ـــــــ

حضرت سید عبداللہؒ نے ایک بار شاہ عبدالرحیمؒ سے فرمایا کہ تم جب بچے تھے اور بچوں میں کھیلا کرتے تھے اسی وقت سے میری طبیعت کا رجحان تمہاری طرف تھا ـــــــ میں دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تو اس بچے کو اپنے اولیاء میں سے کر دے اور اس بچے کے کمالات میرے ذریعے سے ظاہر فرما ـــــــ الحمد للہ اس دعا کا ثمرہ ظاہر ہوگیا ـــــــ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عبداللہؒ مجھ سے کوئی خدمت نہیں لیتے تھے ـــــــ ایک روز میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ پیر و مرشد آخر مجھ سے خدمت کیوں نہیں لیتے ـــــــ پھر میں یہ بات عرض کرنے کے لئے آپ کے زاویے میں گیا ـــــــ

گرمی کا وقت تھا آپ کرتا جسم سے اتارے ہوئے تھے جب مجھے دیکھا تو فرمایا بہت اچھے آئے ـــــ میری پیٹھ سے میل دور کردو میں خوش ہو کر پوری محنت سے اس خدمت کو انجام دینے لگا۔ درمیان میں فرمایا میاں تم پورے ہاتھ کو کیوں تکلیف دیتے ہو دو انگلیوں سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے پھر فرمایا بس جو خدمت، شرط طریق ہے وہ وجود میں آگئی اب آئندہ دل میں اس بات کا کبھی خیال نہ لانا ـــــ میں نے اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق صحبت تمکو معاف کردیئے۔ ـــــ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ جس زمانے میں عالمگیر اورنگزیبؒ آگرے میں تھے اور میں بھی بغرض تعلیم آگرے میں تھا اس وقت حضرت سید عبداللہؒ بھی سید عبدالرحمن کی رفاقت میں وہیں چلے گئے تھے۔ آگرے ہی میں حضرت حافظ سید عبداللہؒ کو مرض الموت لاحق ہوا وصیت فرمائی کہ مجھے مقبرہ غریباں میں دفن کرنا تاکہ کوئی میری قبر کو نہ پہچان سکے ایسا ہی کیا گیا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں پیر و مرشد کی وفات کے روز مرض شدید میں مبتلا تھا مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ہمراہ جنازہ جاسکوں۔ جب صحت و قوت بحال ہوگئی تو ایک دوست کو ہمراہ لیکر مرقد مبارک کی زیارت کے لئے گیا اس دوست نے ہر چند غور کیا مگر اُن کی قبر کو نہ پہچانا ـــــ اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کردیا کہ شاید یہ تیرے، میں نے وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھا ـــــ پس پشت سے آواز آئی قبر فقیر یہ ہے ـــــ مگر خبردار جو سورت شروع کی ہے اس کو ختم کرکے اور اسکا ثواب اسی قبر والے کو پہنچا کر پھر ادھر کو متوجہ ہونا جلدی نہ کرنا ـــــ میں نے سورۃ کو ختم کرنے کے بعد اس دوست

سے کہا بھائی غور کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میری پشت کی جانب تو نہیں ہے اس نے سوچکر کہا واقعی میں نے غلطی کی ان کی قبر تمہاری پشت کی جانب ہی ہے۔ میں وہاں جاکر بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ چونکہ حزن و ملال کی کیفیت میرے اوپر طاری تھی اس لئے قرآن کی قرأت میں قواعد کو ملحوظ نہ رکھ سکا۔ اندرونِ قبر سے ایک آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ تم نے غلطی کی ہے۔ قرأت کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔[1]

حضرت خواجہ خردؒ سے اخذِ فیض حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ میں جب حافظ سید عبداللہؒ سے بیعت ہوگیا تو آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ خردؒ کی فیض صحبت سے بھی مستفیض ہوتا رہتا تھا۔

تین کرامت آمیز اسباق کا ذکر تو پہلے گذر ہی چکا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات انفاس العارفین میں حضرت خواجہ خردؒ سے متعلق حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی زبانی درج ہیں جس طرح اسراریہ میں سید کمال سنبھلیؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ خردؒ کے چشم دید حالات تحریر کئے ہیں اسی طرح حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے اُن کے تذکرے کے ذیل میں اپنے آنکھوں دیکھے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

حضرت خواجہ خردؒ سے متعلق چند واقعات فرمایا کہ حضرت خواجہؒ برابر اپنے انگوٹھے سے انگلیوں پر کچھ لکھتے رہتے ہیں،

---

[1] تذکرہ مشاہیر اکبرآباد کے مولف نے اس واقعہ کو انفاس العارفین سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب وفات کے قریب مزار کا یہ حال تھا تو اب کیا پتہ چل سکتا ہے ۱۲

تھے پڑھاتے وقت بھی اور بات کرتے وقت بھی ـــــ ایک دن میں نے ان سے دریافت کرلیا کہ آپؒ کیا کیا کرتے ہیں، فرمایا کہ یہ ایک عمل ہے جس کو کیا کرتا ہوں ابتدائے حال میں اللہ اللہ لکھنے کی مشق کی تھی اب بھی کبھی کبھی عادتِ قدیمہ کے مطابق وہ مشق جاری ہو جاتی ہے ـــــ

فرمایا کہ ایک دن خواجہ خردؒ اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے خود پلنگ پر تھے اور تمام آدمی بوریئے پر ـــــ اس موقع پر میں خدمت اقدس میں پہونچ گیا میری بہت زیادہ تعظیم و تکریم کی ـــــ خود پلنگ کی پائینتی کی جانب بیٹھ گئے اور مجھے اصرار کرکے سرہانے بٹھایا۔ ہرچند میں نے عذر کیا مگر نہیں مانے اس بات سے تمام حاضرین متحیر ہو گئے ـــــ آخر کار خواجہ خردؒ کے صاحبزادے خواجہ رحمت اللہؒ سے نہ رہا گیا انھوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اس مجلس میں ان سے زیادہ معمّر اور قابلِ تعظیم لوگ بھی موجود ہیں، پھر ان کی تخصیص میں کیا مصلحت ہے؟ ـــــ فرمایا کہ میں نے یہ معاملہ اس لئے کیا ہے تاکہ تم میرے اس طرزِ عمل کو دیکھ لو اور جسطرح میں نے ان کی تعظیم کی ہے تم بھی کیا کرو ـــــ جب میں ان کے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ کے گھر پہونچتا تھا تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی ہی تعظیم کا معاملہ کرتے تھے حالانکہ وہ میرے استاد تھے اور میں نے ان سے فیوض حاصل کئے تھے ـــــ اور جب شیخ رفیع الدین محمدؒ، حضرت والد ماجد خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضرت والد ماجدؒ ان کے ساتھ یہی طریقہ تعظیم برتتے تھے اگرچہ شیخ رفیع الدین محمدؒ آپ کے مرید و خلیفہ تھے مگر چونکہ ابتدائے سلوک میں اُن کے

والد شیخ قطب العالمؒ کی خدمت میں رہ کر کچھ کتابیں پڑھی تھیں اور فوائد حاصل کئے تھے اس لئے استادزادہ ہونیکی حیثیت سے اپنے خلیفہ کی تعظیم کرتے تھے اب ہم کو بھی ان سے (شاہ عبدالرحیمؒ سے) اسی طرح کا سلوک کرنا چاہیئے۔

ایک دن کا واقعہ بیان فرمایا کہ ہم دونوں بھائی خواجہ خردؒ کی خدمت میں حاضر تھے ان پر بھوک کا غلبہ تھا اس بنا پر وہ درس بھی نہیں دے سکتے تھے ـــــ اپنے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ کھانا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ایک بچے کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ فرمایا اسی میں سے تھوڑا لے آؤ ایک چھوٹی سی صحنک میں بہت تھوڑا سا کھانا لایا گیا آپنے ہاتھ دھوئے اور سب حاضرین سے عموماً اور ہم دونوں بھائیوں سے خاص طور پر مکرر فرمایا آؤ تناول کرو یہ کھانا ہم سب کو کفایت کریگا سب متعجب تھے۔ ہم دونوں نے تعمیل حکم کی اور آگے بڑھ گئے۔ اس کھانے کو ہم تینوں نے کھایا اور معتدل طریقے پر ہم دونوں بھی سیر ہو گئے۔ پھر بھی صحنک میں قدرے کھانا باقی رہ گیا وہ بچے کیلئے واپس کر دیا ـــــ

فرمایا ایک شخص جس کا نام بہمن یار خاں تھا ٹھاٹ کا لباس پہن کر خواجہ خردؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ـــــ اس وقت اتفاق سے آپ کے گھر میں کوئی فرش نہیں تھا لوگ زمین پر بیٹھے تھے۔ بہمن یار خاں بھی زمین پر بیٹھ گیا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے خواجہ خردؒ کے کان میں کہا کہ حضرت! یہ بہمن یار خاں ہے اس کی تعظیم و توقیر فرمائی جائے آپنے باآواز بلند جواب میں فرمایا ـــــ "اگر یار ہے تو محتاج تعظیم نہیں اور اغیار ہے تو

لائق تعظیم نہیں" ــــــ یہ الفاظ ہمیں یار نے سُنے تو بہت خوش ہوا ــــــ فرمایا ــــــ کہ خواجہ خردؒ اور خواجہ کلاںؒ دونوں بچے ہی تھے کہ حضرت خواجہ محمد باقیؒ وفات پاگئے جب دونوں بھائی بالغ ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں سرہند چلے گئے اور مدتوں وہاں رہے ــــــ خواجہ کلاںؒ کے متعلق تو معلوم نہیں مگر خواجہ خردؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اخذ طریقہ کیا اور اجازت بھی حاصل کی پھر دہلی واپس آگئے ــــــ خواجہ خردؒ نے خواجہ حسام الدین احمدؒ اور شیخ الہ دادؒ سے بھی (جو کہ حضرت خواجہؒ کے خلیفہ تھے) استفاضہ کیا۔ فرمایا ــــــ حضرت خواجہ خردؒ نے اپنے آخری زمانے میں مجھ سے فرمایا کہ مجھکو روضۂ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ میں اس جگہ دفن کرنا جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں ــــــ اس بنا پر کہ میں حضرت خواجہؒ کا لڑکا ہوں مجھے احاطۂ مقبرہ میں دفن نہ کرنا کیونکہ میں اس جگہ کے لائق نہیں ہوں میں نے جواب دیا حضرت! یہ کام تو دوسرے لوگ انجام دیں گے میرا اختیار کیا چل سکے گا؟ فرمایا لوگوں سے یہ بات کہہ دینا۔ بعد وفات خواجہ خردؒ میں نے وارثوں سے اس وصیت کا ذکر کیا کسی نے نہیں سنی۔

حضرت خلیفہ ابوالقاسم[عہ] اکبرآبادیؒ سے اخذ فیض

حضرت حافظ سید عبداللہؒ کے وصال کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ بہت محزون و غمگین رہنے لگے اور ایسے درویش کی تلاش ہوئی

عہ آپ ملا ولی محمد ابو العلائیؒ خلیفۂ اعظم سید ابو العلیٰؒ کے شاگرد رشید، مرید اور خلیفہ تھے حضرت سید ابو العلیٰؒ بانی سلسلہ ابو العلائیہ کی صحبت بھی اٹھائی تھی ــ ماہ رمضان ۱۰۷۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مزار مبارک

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

جس کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہیں۔ ایک شخص نے حضرت خلیفہ ابو القاسمؒ کا ذکرِ خیر کیا اسی شخص کے ہمراہ اُن کی خدمت میں پہونچے۔ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ پہلے دن ملاقات ہوئی تو حضرت خلیفہؒ اپنے مکان کی تعمیر میں مشغول تھے معمار کو ہدایات فرما رہے تھے ـــــ ایک موقع پر گفتگو کے دَوران میں آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔ ع۔

ہر کرا "ذرہ وجود" بود

شعر پڑھ کر فرمایا کہ میں نے صحیح نسخوں میں دیکھا وہاں "ذرۂ وجود" ہی مرقوم ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ فقیر نے بھی صحیح نسخے دیکھے ہیں ان میں تو "ذرۂ شہود" لکھا ہوا ہے ـــــ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم علم سے بہرہ یاب ہو اس کے بعد میرے ایک استفسار کے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

علم را بر تن زنی مارے بُوَد　　　علم را بر دل زنی یارے بُوَد

یعنی علم کو اگر تن پروری میں استعمال کروگے تو سانپ بن جائے گا۔ دل کو سنوارنے کے لئے

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) آگرے میں ہی تذکرہ مشاہیر اکبرآباد کے مؤلف کو آپ کے مزار کا بھی پتہ نہیں چلا ــ بحر الواصلین میں یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔

رفت زیں دارِ فنا جانب خُلد　　　آنکہ بود ست بسے نیک سرشت

سالِ نقلش بہ صوم خرد　　　گفت۔ ابو القاسم مصباح بہشت

۱۰۸۹ھ

استعمال کروگے تو یار و مددگار ثابت ہوگا۔

یہ پہلی ملاقات مختصر رہی بس چند باتوں ہی پر مجلس ختم ہوگئی ــــ فرماتے تھے کہ دو ایک دن پھر میرے دل میں آیا کہ حضرت خلیفہؒ کی خدمت میں جانا چاہیئے چنانچہ حاضر ہوا۔ بہت ہی بشاشت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کل تعمیر کے سلسلے میں مشغول تھا بات ناتمام رہ گئی اچھا اب یہ بتاؤ کہ "ذرہ شہود" اگر شعر میں ہو تو معنیٰ کیا ہوں گے۔ میں نے اس صورت میں جو معنیٰ بنتے ہیں وہ بیان کئے۔ پھر فرمایا کہ بعض کتابوں میں "وجود" لکھا ہوا ہے اسکا کیا مطلب ہوگا، میں نے اس کا بھی مطلب بتایا ــــ بہت ہی خوش ہوئے۔۔ پھر تو مزاج کی موافقت کی بنا پر صحبت اقدس بہت راس آئی۔ محبت وعقیدت کیا تھ برابر خدمت اقدس میں حاضری دیتا رہا اور انھوں نے بھی مجھے "التفاتہائے بیکراں" سے نوازا، حتیٰ کہ بعض قدیم خدام حسد کرنے لگے۔

فتاویٰ عالمگیری پر نظر ثانی کا وظیفہ اور اس سلسلے میں حضرت خلیفہ کا حکم

خود فرمایا کرتے تھے کہ تدوین فتاویٰ عالمگیری کے بعد بحکم حضرت عالمگیرؒ اس پر نظر ثانی کی گئی۔ شیخ حامد (جو مرزا محمد زاہد کے درس میں میرے شریک تھے) فتاویٰ کا کچھ حصہ ان کے سپرد ہوا ــ وہ میرے پاس آئے کہ اس کام میں میری رفاقت کرو ہر روز اتنا وظیفہ تمکو بھی ملا کریگا۔ میں نے قبول نہیں کیا۔ میری والدہ نے جب سنا تو انھوں نے اصرار کر کے مجھے اس کام پر لگا دیا۔ جب حضرت خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اس وظیفے کو ترک کردو۔ میں نے عرض کیا کہ والدہ ناخوش ہوں گی فرمایا جب اللہ کے اور بندے کے حق کا مقابلہ ہو تو اللہ کے

حق کو ترجیح دی جائے گی میں نے عرض کیا دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی شکل پیدا فرمادے

کہ یہ وظیفہ خود بخود موقوف ہو جائے تاکہ والدہ بھی ناخوش نہ ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔

چند روز نہ گزرے تھے کہ بادشاہ نے اہل وظیفہ کے نام طلب کیے اور ان میں عزل ونصب

کے طور پر کچھ تغیر و تبدل کیا جب میرے نام پر پہونچے تو میرا وظیفہ موقوف کیا اور حکم لکھا کہ یہ

شخص چاہے تو اس قدر زمین اس کو دی جائے مجھ سے معلوم کیا گیا کہ کیا زمین لینا چاہتے

ہو میں نے انکار کر دیا ــــ اور وظیفہ موقوف ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ــــ

فرماتے تھے کہ میری اس خدمت سے معزولی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ ایک دن نظرثانی کرتے

ہوئے میری نظر سے ایک عبارت گذری جس میں گڑبڑ تھی بصورت مسئلہ نہیں بنتی تھی، میں نے ان

کتابوں کو دیکھا جو اس مسئلے کا ماخذ تھیں تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ مسئلہ دو کتابوں

میں جدا جدا عبارت کے ساتھ مذکور ہے. مؤلف فتاویٰ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جسکی

وجہ سے اختلال رونما ہو گیا ہے ــــ میں نے حاشیہ پر لکھ دیا ھٰذَا غَلَطٌ

صَوَابُہٗ کَذَا ــــ (یہ عبارت غلط ہے صحیح اس طرح ہے) اس زمانے میں حضرت عالمگیرؒ کو

فتاویٰ کی جمع و تدوین کی طرف بہت توجہ تھی، روزانہ ملا نظامؒ ایک دو صفحہ بادشاہ کے

سامنے پڑھتے تھے. جب وہ فتاویٰ سناتے سناتے اس مقام پر پہونچے اتفاقاً میرے حاشیہ

کو بھی متن کے ساتھ پڑھ گئے. بادشاہ چونک پڑے اور فرمایا کہ یہ کیا عبارت ہے؟ ملا نظامؒ

نے اس وقت تو اپنی جان چھڑالی اور کہا کہ میں نے اس کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کیا ہے

کل کو تفصیل سے عرض کروں گا جب گھر آئے تو ملا حامد پر ناراض ہوئے کہ فتاویٰ کے ایک

حصے کو میں نے تمہارے اعتماد پر چھوڑا تھا تم نے بادشاہ کے سامنے مجھے بہت خفیف کرایا آخر یہ کیا لکھا تھا؟۔ ملا حامد نے ان سے تو کچھ نہ کہا، میرے پاس آکر مجھ پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ــــ میں نے وہ تمام کتابیں جو اس مسئلے کا ماخذ تھیں پیش کر دیں اور عبارت کے اختلال وانتشار کو واضح کیا۔ بس چپ ہو گئے ــــ یہی بات میری موقوفی کا باعث بن گئی۔

فرمایا ــــ ایک دن میں حضرت خلیفہ کی خدمت میں گیا۔ تعمیر مکان کا سلسلہ چل رہا تھا ــــ میری حاضری سے بہت خوش ہوئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ مٹی گارا ہمیا کرکے دیواروں پر اپنے ہاتھ سے کہگل کر دوں اس خیال کو ظاہر بھی کر دیا آپ نے فرمایا کہ کبھی اس سے پہلے بھی تم نے یہ کام کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، لیکن قیاس سے انجام دے لوں گا ــــ فرمایا یہ کام بغیر مشق وتجربہ کے محض قیاس سے اچھی طرح نہیں ہوا کرتا ــــ میں نے تمہارے لیے ایک اور کام تجویز کیا ہے، یہ فرما کر ایک خادم کو حکم دیا کہ چارپائی لاؤ اور زیر دیوار سائے میں بچھا دو، جب چارپائی آگئی تو مجھ سے فرمایا کہ اس پر آرام کرو اور سو جاؤ دور سے چل کر آئے ہو ــــ حکم کی تعمیل میں چارپائی پر لیٹ گیا مگر نیند کہاں؟ (جب مجھے دیکھا کہ جاگ رہا ہوں سوتا نہیں ہوں تو) فرمایا کہ نیند تو فقیر کی اختیاری چیز ہے یعنی حق میں مشغول ہو جائے اور ماسوا کو بھول جائے (اسی عمل سے نیند کی کیفیت پیدا ہو جائے گی) اسی اثنا میں ایک اور خادم آئے ان سے فرمایا بہت اچھے وقت آئے۔ میری طرف اشارہ کرکے فرمایا دیکھو اس چارپائی پر بیٹھ جاؤ اور ان کے پاؤں دابو یہ دور سے چل کر آئے ہیں

تھک گئے ہوں گے ـــــ غرضکہ اس طرح کی مہربانی فرماتے رہتے تھے اور یہ مہربانیاں روزانہ بڑھتی ہی جاتی تھیں ـــــ

ایک دن کا ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ میں ایک دن خدمت حضرت خلیفہ رح میں حاضر ہوا اس وقت آپ گھر سے باہر آرہے تھے اور حمام میں جانیکا ارادہ تھا جب مجھے دیکھا تو گھر میں چلے گئے اور چمچہ، پیالہ، عرق گلاب اور بتاشے ہمراہ لائے ـــــ فرمایا اگر جی چاہے تو فقط بتاشے کھالو اور جی چاہے تو گلاب اور بتاشوں کا شربت بنا کر پی لو، تمہیں اختیار ہے آپکا ایک مرید جلدی سے بول اٹھا کہ وقت سرد ہے، شربت پینے کے مقابلے میں بہتر یہ ہوگا کہ فقط بتاشے کھالیے جائیں۔ اس بات کو سن کر حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ معنی خیز انداز میں اوّل تو خاموش ہو گئے۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم بتاؤ کیا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا شربت ـــــ فرمایا کس وجہ سے؟ میں نے کہا اجمالی بات تو یہ ہے کہ حضرت والا بتاشوں کے ساتھ چمچہ، پیالہ اور گلاب بھی لائے ہیں اب اگر خالی بتاشے کھاتا ہوں تو یہ باقی چیزیں بیکار ہو جائیں گی ـــــ حالانکہ فعل اولیاء کسی نہ کسی حکمت کو ضرور متضمن ہوتا ہے۔ اور تفصیلی بات یہ ہے کہ حضرت والا اس وقت حمام کی طرف متوجہ ہیں فارغ ہو کر خود بھی نوش فرمائیں گے، حمام کے بعد شربت تسکین دیتا ہے اور فقیر بھی فاصلہ طے کر کے آیا ہے خفقان و وحشت کا کچھ اثر ہے۔ شربت تسکین خفقان کرتا ہے ـــــ جب یہ اجمالی و تفصیلی توجیہ سُنی تو اس درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت غصّہ ہو کر فرمایا ـــــ کہ میں نے تم سے کب دریافت کیا تھا تم نے گفتگو میں

بیجا دخل کیوں دیا؟ بے ادب لوگ میری مجلس کے لائق نہیں ہیں۔ میری مجلس سے اٹھ جاؤ ـــــ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ درویش مجھ کو بد دعا دے گا کہ میری وجہ سے آپ کی صحبتِ اقدس سے محروم و مہجور ہو گیا۔ اس مرتبہ تو بس ازراہِ کرم معاف ہی فرما دیجیے، آئندہ اختیار ہے چنانچہ آپ نے معاف فرما دیا ـــــ

فرماتے تھے کہ جب حضرت خلیفہ ابوالقاسمؒ نے چاہا کہ مجھے اجازت ارشاد عطا کریں تو یہ اہتمام فرمایا کہ ایک مخلص خادم کو حکم دیا کہ کھانا تیار کرو۔ بہت سے لوگوں کی دعوت کر دی اور فقیر کو بھی مدعو کیا، پھر دستار میرے سر پر باندھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس عظیم منصب کی اہلیت نہیں رکھتا اور اس کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ تم دوسری جگہ سے بھی تو اجازت رکھتے ہو آخر سید عبد اللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کیسا تھا، میں نے عرض کیا انھوں نے تو اپنے تمام حقوق معاف فرما دیے تھے۔ فرمایا کہ میں نے بھی اپنے تمام حقوق ظاہری و باطنی معاف کیے ـــــ

حضرت شاہ صاحب فرمایا کہ حضرت خلیفہؒ فرمایا کرتے تھے ـــــ "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے آرام کے لیے بھی فقیری اختیار نہیں کرتے" ـــــ یعنی جب دل یکسو ہو گیا اور تمام خطرات و وساوس برطرف ہو گئے تو درحقیقت آرام کلی حاصل ہو گیا اگرچہ ظاہر میں کوئی نقصان نظر آئے۔

سید عظمت اللہ اکبر آبادی سے اجازت

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ محمدؒ مجھ سے ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ شہر آگرہ کے درویشوں سے ملاقات کرو میں ٹال دیتا تھا۔ اس لئے کہ میری پوری توجہ آپ ہی کی جانب تھی۔ ایک روز اس بات کو تاکید سے فرمایا جب میری ٹال دیکھی تو ایک خادم کو حکم دیا کہ ان کو سید عظمت اللہ چشتیؒ کے پاس لیجاؤ۔ ان سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ ایک درویش کو آپ کی ملاقات کے لئے بھیج رہا ہوں جب میں سید عظمت اللہؒ کے محلے میں پہونچا تو خادم کو ان کا مکان یاد نہ رہا۔ اتفاقاً وہاں بچے کھیل رہے تھے میری نظر ایک بچے پر پڑی میں نے کہا کہ یہ بچہ بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اتفاق کی بات وہ بچہ، سید عظمت اللہؒ کا تھا ــــ وہ مجھ کو اپنے ساتھ مکان لے گیا اور اندر جا کر حضرت خلیفہ کا پیغام (جس کا میں نے اس بچے سے ذکر کر دیا تھا) پہونچایا ــــ سید صاحبؒ نے اندر سے یہ کہلا بھیجا کہ میں صاحب فراش ہوں، چلنے کی طاقت نہیں رکھتا (اس لئے باہر نہیں آسکتا)۔ کنبے کی عورتیں گھر میں آئی ہوئی ہیں اس لئے اس وقت پردہ ہونا مشکل ہے مجھے ملاقات سے معذور

عہ شاہ عظمت اللہ بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبر آبادی۔ سادات حسینی ترمذی میں سے ہیں بسلسلہ قادریہ چشتیہ وسہروردیہ و شطاریہ میں مرید کرتے تھے۔ تمام عمر گوشۂ قناعت میں بسر کی۔ ۷۰ سال کی عمر ہوئی۔ ۴ ربیع الاول ۱۱۰۸ھ کو وفات پائی۔ جس محلے میں رہتے تھے وہیں مدفون ہوئے (انفاس العارفین) آپ کے مزار کے متعلق بھی بوستان خیال تذکرۂ مشاہیر اکبر آباد کے مؤلف لکھتے ہیں کہ راقم بوستان کو آپ کے مزار کا پتہ نہیں چلا ــــ

رکھا جائے ___ پھر اس کے فوراً بعد ایک دوسرے شخص کو یہ فرما کر اندر سے بھیجا کہ خلیفہ کے مریدوں کو بٹھا دو پھر خادموں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی پر اٹھا کر دروازے تک لیجاؤ ___ چنانچہ دروازہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگرچہ میں معذور تھا مگر دوبارہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ خلیفہ کا کسی کو بھیجنا بے حکمت نہیں ہوگا ___ اس کے بعد انھوں نے میرا نام و نسب دریافت کیا اور اس سلسلے میں خوب تحقیق فرمائی میں نے شیخ عبدالعزیز شکربار دہلوی سے اپنا رشتہ چھپا لیا تھا اس کو اس لیے نہیں بیان کیا تھا کہ جانتا تھا ان کا سلسلہ ان تک پہونچتا ہے، اس نسبت کی بنا پر وہ ایسے ضعف کے عالم میں بھی تواضع فرمائیں گے جس سے ان کو تکلیف ہوگی لیکن انھوں نے اپنی فراست سے اس رشتے کو سمجھ لیا ___ بعد ازاں آپ نے ایک اشکال کی تقریر کی اور اسکا جواب مجھ سے طلب فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ استفادے کیلئے حاضر خدمت ہوا ہوں نہ کہ افادے کے لئے۔ فرمایا کہ میں اس سوال کے کرنے پر مامور ہوں ___ یہ سنکر میں نے اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں تھا جواب دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور چارپائی سے نیچے اتر آئے اور بیحد تواضع فرمائی ___ پھر فرمایا کہ مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی، مجھے معلوم نہ تھا۔ ازاں بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز شکربار قدس سرہ نے ہمارے دادا صاحب کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کوئی ہماری اولاد میں سے تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کا جواب اسطرح دیدے تو اس کو میری یہ امانت پہنچا دینا ___ یہ امانت، اجازت طریقہ اور بعض تبرکات ہیں ___ میرے دادا تمام عمر تلاش کرتے رہے مگر ایسے شخص کو نہ پایا۔ آخر میرے والد کو وصیت کر گئے۔ انھوں نے بھی تجسس کیا نہ پایا ___

اب میری نوبت آئی۔ میں نے بھی تمام عمر جستجو کی نہ پایا اور اب پایا ہے ۔ میرا آخری وقت ہے کوئی ایسا فرزند جو اس نسبت کی اہلیت رکھتا ہو نہیں رکھتا ہوں اس وجہ سے افسوس کرتا تھا۔ الحمد للہ کہ اس وقت آرزو پوری ہوئی۔ یہ فرما کر عمامہ میرے سر پر باندھا اور اجازت دی ــــ بہت سی مٹھائی اور نقد کی ایک مقدار بھی میرے ہمراہ کردی جب یہ سب چیزیں لیکر حضرت خلیفہؒ کی خدمت میں واپس آیا تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا خوب کامل اور مالامال ہو کر آئے ہو۔ میں نے وہ سب چیزیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رکھ دیں تو فرمایا یہ نقدی اشارہ ہے جمعیت ظاہر کی طرف اور عمامہ اشارہ ہے اجازت اور جمعیت باطن کی طرف۔ میں ان دونوں چیزوں میں تو شرکت نہیں کرسکتا ــــ پھر کچھ مٹھائی قبول فرمالی ــــ

مجاذیب سے ملاقات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انفاس العارفین میں اس عنوان کے تحت بہت کچھ ارقام فرمایا ہے اور عجیب عجیب واقعات قلمبند فرمائے ہیں ــــ ایک مجذوب سے حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کا ایک دلچسپ مکالمہ بھی نقل کیا ہے۔

شیخ لعلؒ سے ملاقات

شیخ لعلؒ کی ملاقات کا بھی انفاس العارفین میں تذکرہ ہے اور ان کی دو ایک باتیں بھی ذکر کی گئی ہیں ــــ یہ شیخ لعلؒ عملیات کے ماہر تھے حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے ایک دن کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ شیخ لعلؒ میرے پاس آئے اور کہا کہ میری عمر کا آفتاب لب بام

آگیا ہے، مناسبت یہ ہے کہ ان عملیات کو تم مجھ سے سیکھ لو۔ میں نے کہا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم حاصل کرنا نہیں چاہتے تو میں ان عملیات کے دفتر کو دریا میں ڈالے دیتا ہوں اس لئے کہ مجھے اور کوئی ان عملیات کا اہل، نظر نہیں آتا، میں نے کہا شوق سے دریا میں ڈال دیجئے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تمام عملیات کی کتابیں دریا میں ڈال دیں۔

واقعاتِ کشف و مشاہدہ

خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اسمار الٰہیہ مثلاً حی، علیم، سمیع، بصیر ـــــ روشن دائروں کی شکل میں شمس و قمر کی طرح میرے سامنے متمثل ہو رہے ہیں ـــــ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات بہشت کو خواب میں دیکھا۔ گویا اس کے وسط میں کھڑا ہوا ہوں اور حور و قصور کو دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ حور و قصور کو تو میں نے اپنے دل سے نکال دیا تھا اور طلب حضرتِ حق میں یکجہت و یکسو ہو گیا تھا پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ یہاں مقصودِ حقیقی کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت گریہ اور وجد میرے اوپر غالب آیا۔ اہلِ بہشت آتے تھے اور میرے دامن کو پکڑ کر کہتے تھے کہ یہ جگہ تو خوشی کی ہے یہاں رونے کا کیا موقع ہے؟ میں سختی سے اپنے دامن کو چھڑاتا تھا اور ان سے اعراض کرتا تھا۔ پھر اہلِ بہشت نے کہا کہ تمہیں مقصود و معبود کی قسم ہے یہ بتاؤ کہ سبب گریہ کیا ہے؟ میں نے مجبور ہو کر اپنے دل کی بات کہی ـــــ اسی وقت مجھے الہام ہوا کہ تم نے ہماری کتاب میں یہ نہیں پڑھا ـــــ کَانَتْ لَهُمْ

جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ (مومنین وصالحین کے لئے باغہائے بہشت بطور مہمانی
پا پیش کش ہوں گے) نُزُل یہ ہے کہ اولاً مہمان کے لئے کچھ چیزیں مہیا کر کے اس کے سامنے
رکھدیتے ہیں تاکہ اُن سے شغل کرے بعد ازاں فکرِ ضیافت کرتے ہیں ــــــ پھر آخر یہ
گریہ وبکا رکیوں ہے؟ ــــــ

فرماتے تھے کہ میں نے ایک صاحبِ کشف کی بڑی تعریف سنی تھی۔ میں نے چاہا کہ میں
اس کے پاس جاؤں میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ بدعتی ہے اس کے مکان پر نہیں جانا
چاہئے مگر میں نے اس دل میں ڈالی ہوئی بات کی نفی کردی اور ملاقات کا ارادہ کیا پھر
وہی بات دل میں ڈالی گئی میں نے پھر نفی کردی اور بالآخر چلنے کے لئے کھڑا ہو گیا ـ ـ ـ
جوں ہی کھڑا ہو کر چلا ہوں میرا پاؤں پھسل گیا اور تعجب یہ ہے کہ وہاں کوئی دلدل یا پھسلن کی جگہ بھی
نہ تھی ــــ میں گر گیا اور بڑی چوٹ آئی۔ پھر میرے دل میں یہ بات لائی گئی کہ اگر اول
مرتبہ کی بات مان لیتا تو اتنی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑتی۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ تیرا سلسلہ تا قیامِ قیامت باقی رہے گا۔ فرماتے

؎ نُزُل کے معنی مہمانی وضیافت یا جائے مہمانی کے ہیں۔ تفسیر حسینی میں نُزُل کے معنی پیش کش کے لئے ہیں۔ اور
اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مومنین وصالحین کو ایک ایسی نعمت عطا ہو گی جس کے مقابلے میں نعیم فردوس
کی ماحضر سے زیادہ حیثیت نہیں۔ وہ نعمت دیدار باری تعالیٰ ہے۔ پھر یہ شعر لکھا ہے ؎

نعمتِ فردوس زاہد راو مارا روئے دوست ـــ قیمتِ ہر کس بقدرِ ہمتِ والائے اوست۔

تھے کہ ایک دن رمضان میں زیادہ چلنے کی وجہ سے بہت زیادہ ضعف غالب ہو گیا تھا. قریب تھا کہ اس ضعف کی وجہ سے روزہ توڑ دوں بساتھ ہی ساتھ فضیلت صوم کے فوت ہو جانے کا اندوہ وغم بھی تھا ـــــ اسی غم کی حالت میں کچھ اونگ آگئی ـــــ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا. آپ نے ایک انتہائی لذیذ و خوشبودار کھانا جس کو بزبان ہندی دار دو زبان میں) زردپلاؤ کہتے ہیں ـــــ مجھ کو مرحمت فرمایا، میں نے اس کو کھایا اور خوب کھایا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈا پانی بہت اعلیٰ درجے کا عنایت فرمایا میں نے اس کو بھی خوب ڈٹ کر پیا. اس کے بعد میری بھوک اور پیاس بالکل زائل ہو گئی اور شکم سیری اور سیرابی حاصل ہو گئی ـــــ جاگنے کے بعد بھی میرے ہاتھ میں اس زردپلاؤ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی میرے بعض مخلصوں نے میرے ہاتھ کو پانی سے دھویا اور تبرکاً و تیمناً اس پانی سے روزہ افطار کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کے لئے تشریف لانا اور موئے مبارک عطا فرمانا

فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھکو بخار نے گھیر لیا اور وہ بڑھتا ہی گیا تاآں کہ امید حیات منقطع ہو گئی ایک دن اسی حالت میں غنودگی طاری ہوئی اور حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار ظاہر ہوئے وہ فرما رہے ہیں اے لڑکے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور شاید اس طرف

ے تشریف لائیں جس طرف تمہارے پلنگ کی پائنتی ہے لہٰذا اپنی چارپائی کو اس طرح بچھواؤ کہ تمہارے پاؤں دوسری طرف کو ہو جائیں (یہ سُن کر میں کچھ دیر کے لیے ہوش میں آگیا) قوت تکلم میرے اندر بالکل نہیں تھی میں نے حاضرین کو اشارہ کیا کہ میری چارپائی گھمادیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ___ (پھر میرے اوپر پہلی کیفیت طاری ہوئی) ___ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کَیْفَ حَالُکَ یَا بُنَیَّ ___ (اے بیٹے کیا حال ہے؟) اس وقت ایک عجیب وجد اور گریہ واضطراب میرے اوپر طاری ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا اس طرح کہ آپ کی ریش مبارک میرے سر کے اوپر تھی، میں اس قدر رو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرہن مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ آہستہ آہستہ یہ کیفیت ختم ہو گئی پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ مدتوں سے موئے مبارک کی تمنا رکھتا ہوں کس قدر کرم ہو گا اگر اس وقت موئے مبارک مجھے عنایت فرما دیں اس آرزو پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ہو گئے۔ ریش مبارک پر اپنا دست مقدس پھیرا اور دو موئے مبارک مجھے عنایت فرمائے۔ معاً میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ عالم شہادت (دنیا) میں بھی یہ دو موئے مبارک باقی رہیں گے یا نہیں؟ میرے اس خطرہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ہوئے اور فرمایا کہ ہاں یہ عالم شہادت میں بھی باقی رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے صحت کلی اور درازیٔ عمر کی بشارت عطا فرمائی۔ پھر میں ہوش میں آگیا۔ میں نے چراغ منگوایا، ان دونوں موہائے مبارک کو اپنے ہاتھ میں نہ پاکر روحانیت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہوا، ایک بیہوشی طاری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ وسلم متمثل ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لڑکے آگاہ ہوجاؤ کہ میں نے وہ دونوں بال از رُوئے احتیاط تمہارے تکیئے کے نیچے رکھ دیئے ہیں وہیں تم کو مل جائیں گے ــــ پھر مجھے ہوش آیا اور تکیئے کے نیچے ہی وہ موئے مبارک میں نے رکھے پائے ــــ اس کے بعد ایکدم بخار رخصت ہوگیا مگر ساتھ ہی ساتھ ضعف کا بے حد غلبہ ہوا جس سے اقربا نے سمجھا کہ یہ موت کی کیفیت ہے سب کے سب رونے لگے ہیں، میں بولنے کی طاقت نہ رکھتا تھا، سر سے اشارہ کرتا تھا ــــ کچھ دنوں بعد قوت بحال ہوئی اور صحت کلی بھی پائی ــــ

فرماتے تھے کہ ان دونوں مقدس بالوں کے خواص میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہ دونوں باہم لپٹے ہوئے رہتے ہیں جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں ــــ دوسری خاص بات یہ فرمائی کہ ایک مرتبہ تین اشخاص جو بداعتقاد اور منکر قسم کے تھے ان مبارک بالوں کے امتحان کے لئے آئے۔ میں بے ادبی کے اندیشے سے اس امتحان پر راضی نہ ہوا۔ انھوں نے بہت کچھ ضد کی تو میں مجبوراً راضی ہوگیا۔ وہ ان دونوں مبارک بالوں کو دھوپ میں لے گئے۔ اسی وقت ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور سایہ فگن ہوگیا۔ حالانکہ بڑی تیز دھوپ پڑ رہی تھی اور بارش کا موسم بھی نہ تھا ــــ ان تین میں سے ایک نے تو فوراً توبہ کر لی ــــ اب دو منکر باقی رہ گئے، انہوں نے کہا کہ یہ بادل کا سایہ فگن ہونا اتفاقی بات تھی دوبارہ بالوں کو دھوپ میں لایا جائے چنانچہ وہ دوبارہ دھوپ میں لائے گئے دوسری بار پھر بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا اب ان میں سے ایک تائب ہوگیا

تیسرا باقی رہا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قضیۂ اتفاقیہ ہے۔ تیسری بار پھر دونوں مبارک بالوں کو دھوپ میں لے جایا گیا اس مرتبہ بھی ابر کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا ____ بالآخر تیسرا شخص بھی تائب ہوا ____ ان دونوں مبارک بالوں کی ایک تاثیر یہ بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ زیارت کے لئے میں نے ان کو نکالنے کا ارادہ کیا وہ تالے میں مقفل تھے۔ میں نے ہر چند بکوشش تمام، کنجی سے تالا کھولنا چاہا تالا نہ کھلا ایک بڑا مجمع موجود تھا اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو منکشف ہوا کہ مجمع کے اندر ایک شخص متعین حالت جنابت میں ہے اسکی وجہ سے تالا نہیں کھل رہا ہے ___ میں نے عیب پوشی کے پیش نظر سب کو مخاطب کر کے کہا کہ سب کے سب دوبارہ طہارت حاصل کرلیں۔ وہ جنبی بھی مجمع کے ساتھ باہر چلا گیا پھر تو سہولت کے ساتھ تالا کھل گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجدؒ نے اپنی عمر کے آخری حصے میں اپنے پاس رکھے ہوئے تمام تبرکات تقسیم فرما دیئے تھے۔ الحمد للہ ان دونوں مبارک بالوں میں سے ایک مجھے عنایت فرمایا ____

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ ایک دن خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ حاضرین میں سے ہر شخص ایک درود اپنی استعداد کے مطابق پیش کر رہا ہے، میں نے یہ درود پیش کیا! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درود کو سماعت فرمایا تو آپ کے چہرۂ مبارک پر انتہائی بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں ملاقات

فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ سیدنا حضرت حسن و سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ وہ یاقوت سُرخ کی ایک ایسی بہلی میں سوار ہیں جس میں بیل نہیں ہیں۔ قدرت الٰہی سے وہ گاڑی خود بخود چل رہی ہے ___ میں بھی ان کی ہمرکابی میں پیدل سفر کر رہا ہوں، دونوں بزرگ فرما رہے ہیں کہ آؤ ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤ، میں ادب کیوجہ سے اس میں نہیں بیٹھ رہا ہوں آخرکار ان دونوں حضرات نے از روئے مزاح فرمایا اچھا اس بہلی کا پردہ اوپر سے نیچے کو چھوڑ دو ___ میں یہ کام انجام دینے کے لیے پائدان پر چڑھ گیا اور چاہا کہ پردہ چھوڑ دوں، اتنے میں میرا ایک ہاتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اور دوسرا ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خوب مضبوطی سے پکڑ لیا اور دونوں نے مسکرا کر فرمایا اب بتاؤ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا اس شخص کا حال کیا پوچھنا جس کے دونوں ہاتھ آنحضرت صلی اللہ کے قرۃ العین اور نور چشم کے ہاتھوں میں ہوں پھر وہ مجھے بہلی میں بٹھا کر انبساط تمام کے ساتھ اپنے گھر تک لائے وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات کی دولت نصیب ہوئی میں نے حضرت علیؓ سے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ یہ نسبت جو ہم فقراء حاصل کرتے ہیں کیا وہی نسبت ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں اصحاب کرامؓ

حاصل کیا کرتے تھے یا زمانے کے گزر جانے کے باعث نسبت بدل گئی ؟ ــــ فرمایا کہ تھوڑی دیر اپنی نسبت میں مستغرق ہو جاؤ تا کہ میں معائنہ کر لوں چنانچہ میں اپنی نسبت میں مستغرق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد ملاحظہ فرمایا کہ تمہاری نسبت وہی نسبت ہے بلا فرق اور بے تفاوت ــــ

خواب میں اکابر اولیاء سے ملاقات

فرماتے تھے کہ میں نے ابتدائے سلوک میں صاحب طرق کو خواب میں دیکھا اور ان سے اجازت حاصل کی منجملہ ان کے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو دیکھا کہ انھوں نے مجھے لکڑی کے پیالے میں پانی عنایت فرمایا میں نے خوب اچھی طرح پیا۔ پھر آپ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں اور آخر میں اجازت تلقین طریقہ مرحمت فرمائی ــــ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کو دیکھا وہ ایک مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں وہاں ایک چراغ روشن ہے مگر ضرورت اس بات کی پیش آ رہی ہے کہ اس چراغ کی بتی کو ابھارا جائے تا کہ خوب اچھی طرح روشنی ہو حضرت خواجہؒ نے مجھکو اس خدمت کا حکم فرمایا میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اپنی نسبت خاص کا افاضہ فرمایا ــــ اس خواب کی تعبیر بالکل ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ کیطرف سے اجازت حاصل ہوئی ــــ

فرماتے تھے کہ ایک خواب میں اہل اللہ کے سلاسل مجھے دکھائے گئے گویا ایک وسیع بازار ہے وہاں تختہ دوکانیں بنی ہوئی ہیں، ہر ایک دوکان پر ایک ایک صاحب طریقہ

اپنے اصحاب و خلفاء کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس بازار معرفت سے گزر رہا ہوں تا آنکہ حضرت محبوب سبحانی شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دکان معرفت پر جا پہونچا اور ان کی جماعت کے درمیان بیٹھا وہاں فصوص الحکم (مولفہ شیخ اکبرؒ) کی ایک عبارت پڑھی گئی۔ ہر ایک اس کے علیحدہ علیحدہ معنی بیان کرنے لگا جب میری باری آئی تو ایک معنی میں نے بھی بیان کیے اس پر حضرت شیخ جیلانیؒ نے خوش ہو کر فرمایا ـــــ "غرض آن بیچارہ ہمیں بود بیچارے شیخ محی الدین ابن عربی کی غرض یہی تھی۔ ـــ

فرماتے تھے کہ اس خواب کو دیکھے مدت گزر گئی مگر حضرت شیخ جیلانی قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ کو رہٗ بالا جملہ ابھی تک میرے حافظے میں موجود ہے۔ فرمایا کہ اسکے بعد حضرت محبوب سبحانیؒ مجھ کو تنہائی میں لے گئے اور فرمایا کہ میری جانب سے تمہارے دل میں کیا کوئی وسوسہ رہتا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ـــــ ہر ایک صاحب طریقہ نے تو بے واسطہ مجھے اجازت مرحمت فرمادی مگر حضرت والا نے بے واسطہ اجازت ابھی تک نہیں عنایت فرمائی، حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ ہمارے خلفاء ہمارے ہی حکم میں ہیں جب ان سے تمکو اجازت ہے، تو گویا ہم سے ہی اجازت حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بے واسطہ اجازت کا لطف ہی کچھ اور ہے فرمایا اچھی بات ہے ہم نے بھی تم کو اجازت دی میرے طریقہ پر بھی لوگوں کو تلقین کیا کرو ـــــ

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ زیارت مرقد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گیا ان کی روح مبارک ظاہر ہوئی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک لڑکا

پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ میری زوجہ[1] ایسی عمر کو پہونچ گئی تھیں جس عمر میں اولاد کی امید نہیں رہتی اس لیے میں نے گمان کیا کہ شاید پوتا مراد ہے؟ اس پر مطلع ہوکر فرمایا نہیں میری مراد پوتا نہیں ہے بیٹا ہی مراد ہے جو تمہارے صلب سے ہوگا چنانچہ ایک مدت بعد (پہلی زوجہ کا انتقال ہوجانے پر) دوسری شادی کا داعیہ پیدا ہوا۔ (دوسری زوجہ[2] سے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ اہل اللہؒ پیدا ہوئے)۔

حضرت محدث دہلویؒ اس موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیدا ہونے پر حضرت والد ماجدؒ اس واقعہ کو فراموش کرچکے تھے اس لیے میرا نام ولی اللہ رکھا کچھ مدت کے بعد یہ واقعہ یاد آیا تو قطب الدین احمد نام رکھا۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک بار حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وضو فرمارہے ہیں اور نماز کی تیاری کررہے ہیں میں نے عرض کیا کہ جس عالم میں آپ ہیں وہ عالم تکلیف نہیں ہے پھر وضو اور نماز کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا چونکہ دنیا میں وضو اور نماز سے بہت زیادہ تعلق رکھتا تھا اس لئے وضو اور نماز سے ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے پس ان امور کا ادا کرنا لذت کی بنا پر ہے مکلف ہونے کی بنا پر نہیں ــــــــ

---

[1] حضرت شاہ عبدالرحیم کی پہلی زوجہ سے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام صلاح الدین تھا

[2] ان دوسری زوجہ محترمہ کا اسم مبارک فخر النساء تھا، حضرت شیخ محمد پھلتیؒ کی صاحبزادی تھیں۔

شیخ سعدی شیرازیؒ سے عالمِ بیداری میں ملاقات

فرماتے تھے کہ جب میں آگرے میں تھا ایک دن مرزا محمد زاہد کے درس سے فارغ ہو کر واپس آ رہا تھا ایک لمبی گلی میں کہ راستے میں آئی میں اس وقت شیخ سعدیؒ کے یہ اشعار آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا اور ایک کیفیت طاری تھی۔ ؎

جُز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جُز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

اتفاق سے اس وقت مجھے چوتھا مصرعہ[ع] یاد نہیں آ رہا تھا جس کی وجہ سے مجھے بڑا قلق و اضطراب تھا۔ ناگاہ ایک شخص فقیر وضع، ملاحت آمیز چہرے کا میری داہنی جانب سے آیا اور کہا — علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است۔ میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء آپ نے میری کتنی بڑی پریشانی کو میرے دل سے دور کر دیا — اس کے بعد میں نے ان درویش

[ع] یادِ دوست کے علاوہ تو جو مشغلہ بھی اختیار کرے گا عمر ضائع کرے گا — اسرارِ عشقِ الٰہی کے علاوہ جو کچھ تو پڑھے گا باطل ہے — اے سعدی تو اپنی لوحِ دل سے غیر حق کے نقش دھو ڈال جو علم بھی حق کی جانب رہنمائی کرنے والا نہ ہو وہ محض جہالت ہے۔

کی خدمت میں پان پیش کیا۔ انھوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ کیا مصرعہ یاد دلانے کی اُجرت دی جارہی ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ یہ شکرانہ ہے ــــــ انھوں نے فرمایا کہ میں پان نہیں کھاتا ہوں۔ میں نے کہا آپ شریعت کی رو سے پان سے پرہیز کرتے ہیں یا طریقت کی رُو سے۔ جو بات ہو اس کو بیان کیجیے تاکہ میں بھی پان سے پرہیز کروں انھوں نے فرمایا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے بس میں کھاتا نہیں ہوں ــــــ پھر اس درویش نے کہا مجھے جلد چلنا چاہیئے میں نے کہا میں بھی جلدی جلدی چلتا ہوں انھوں نے کہا کہ میں بہت زیادہ تیز رفتاری سے چلنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر انھوں نے اپنا قدم اٹھایا اور گلی کی انتہا پر رکھا میں سمجھ گیا کہ یہ رُوح مجسّم ہے میں نے آواز دی کہ اپنے نام سے آگاہ کیجیے تاکہ میں ایصال ثواب کروں۔ جواب میں فرمایا سعدی ہمیں فقیر است۔ (سعدی ابھی فقیر کو کہتے ہیں)

تغلق آباد (دہلی) کی ایک قبر

فرمایا کرتے تھے شیخ بایزید اللہ گو[ع] نے قصدِ سفر حج میں اس حال میں

عہ آپ قصور کے پٹھانوں میں سے تھے۔ ہمیشہ مشاہدۂ محبوبِ حقیقی سے مسرور رہتے تھے اور دہلی کے کوچہ و بازار میں اللہ اللہ کہتے ہوئے پھرتے تھے ایک جماعت آپ کے ساتھ رہتی تھی جو کچھ ملتا فی الفور حاضرین کو دیدیتے تھے اور کوئی بیمار آپ کے پاس آتا تو اس کا علاج کرتے تھے۔ آپ نے ۹ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۵ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر انتقال فرمایا۔ (مزارات اولیاء دہلی و چہار گلشن مؤلفہ رائے چترمن)

کر لیا کہ ان کے پاس زاد راحلہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور دہلی سے چل پڑے ان کے ساتھ بہت سے ضعفا بھی ہو گئے میں نے اور بھائی ابوالرضا محمدؒ اور چند دوستوں نے مجتمع ہو کر یہ طے کیا کہ ان کو واپس لایا جائے چنانچہ ہم ان کی تلاش میں نکلے جب تغلق آباد (دہلی کہنہ) میں ہم پہونچے تو دھوپ بہت تیز ہو گئی تھی ایک درخت کے سایہ کے نیچے ہم اترے سب ساتھی سو گئے اور میں ان کے کپڑوں کی حفاظت میں جاگتا رہا۔ میں نے اسی اثنا میں قرآن مجید کی چند سورتیں تلاوت کیں وہاں پر نزدیک ہی چند قبریں تھیں مجھ سے ایک قبر والے نے کہا کہ مدت ہو گئی تھی کہ میں نے قرآن نہیں سنا تھا (بڑی مدت کے بعد آج سنا ہے) میں قرآن مجید کی قرأت کا بہت ہی مشتاق ہوں اگر قرآن ابھی اور پڑھو تو بڑا احسان ہوگا میں نے پھر تلاوت شروع کی جب پڑھ کر خاموش ہو گیا تو اس نے پھر استدعا کی کہ کچھ اور پڑھو میں نے تیسری بار پڑھا۔ اس کے بعد مخدومی بھائی صاحب کو خواب میں وہی صاحب قبر ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے ان صاحب سے مکرر التماس قرأت کیا انھوں نے قبول کیا۔ مجھے بار بار التماس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے مگر شوق ابھی باقی ہے آپ ان سے کہئے کہ اس مرتبہ کچھ زیادہ پڑھیں۔ بھائی صاحب بیدار ہوئے اور مجھ سے خواب بیان کیا میں نے اس مرتبہ قرآن کچھ زیادہ پڑھا میں نے اس صاحب قبر سے انتہائی سرور مشاہدہ کیا اور اس نے مجھ سے کہا جزاک اللہ عنی خیر الجزاء

میں نے اس مقبور سے عالم برزخ کے واقعات کا سوال کیا اس نے کہا میں دوسری قبروں کی تو کچھ اطلاع نہیں رکھتا البتہ اپنا حال بیان کروں گا وہ یہ ہے کہ

جس وقت سے میں دنیا سے منتقل ہوا ہوں میں نے کوئی عتاب و عذاب اپنے اوپر نہیں دیکھا اگرچہ بہت زیادہ عیش و آرام بھی نہیں ہے ـــــ میں نے کہا کچھ معلوم ہو کہ کس عمل کی برکت سے تم نے نجات پائی؟ اس نے کہا کہ میں دنیا میں برابر یہ نیت رکھتا تھا کہ دنیا کے تمام دھندے چھوڑ دوں گا اور طاعت و اذکار کی راہ میں جتنی رکاوٹیں ہیں ان سے دست بردار ہو جاؤں گا ـــــ اگرچہ تمام عمر یہ بات حاصل نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میری اس نیت ہی کو قبول فرمالیا اس کی برکت سے اتنا ہوا کہ نجات مل گئی

منطقِ طیر کا ادراک

فرماتے تھے ایک مرتبہ رمضان کے آخری روزے کے بعد عید کے چاند میں گڑبڑ ہوئی ـــ میں مسجد حبو میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ کل کو عید ہے ـ میں نے حاضرین سے بھی کہدیا ـــــ حاضرین میں ایک صاحب فرہاد بیگ نام کے تھے انھوں نے کہا سخن حیوانات کا کیا اعتبار ہے اس پر اس چڑیا نے کہا کہ جھوٹ تو خاصۂ بنی آدم ہے ہماری جنس کے اندر جھوٹ کا رواج نہیں ہے پھر وہ چڑیا اڑ گئی بعدہٗ ایک دوسری چڑیا اس کے ہمراہ آئی اس نے بھی اگلے دن عید ہو جانے کے متعلق کہا ـــــ اسی اثناء میں قاضی شہر کے پاس گواہ آئے اور انھوں نے شہادت دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے ـــــ حضرت شاہ ولی اللہ رح تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے والد ماجد رح سے چڑیا کے تکلم کی کیفیت معلوم کی، فرمایا کہ اس کی آواز تو چڑیوں کی سی تھی، دوسرے لوگ

کچھ ادراک نہیں کر سکتے تھے مگر مجھے اللہ کی طرف سے اس کا ادراک ہو گیا۔

جنات کی عقیدتمندی

فرماتے تھے کہ اوائل حال میں تمام رات یا رات کا اکثر حصہ ذکر حق سبحانہ، میں گذارتا تھا۔ کبھی ذکر جہری کرتا کبھی ذکر سری۔ اس وقت ایک نیک مزاج جن آدمی کی شکل میں متشکل ہو کر شریک ذکر جہری ہوتا تھا جب اس سے ہمارے بعض دوستوں نے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے سختی سے جواب دیا کہ اس سوال سے کیا فائدہ؟ جب جمعہ کے دن میں وعظ کہتا تھا تو وہ وعظ سننے کے لئے آتا تھا ___ فرماتے تھے کہ ایک جن مجھ سے بیعت ہوا اور اشتغال سیکھے ___ ایک دن میں گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا وہ متشکل ہوا اور صلوۃ التسبیح کی ترکیب دریافت کی میں نے بیان کر دی ___ جو بات اس کو یاد نہ رہی تھی اس کو دوبارہ دریافت کیا یہاں تک کہ خوب سمجھ گیا ___

فراستِ مومن

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت والد ماجدؒ اس فقیر کو معارف عجیبہ تعلیم فرما رہے تھے۔ بات اس مشہور حدیث تک پہونچی ___ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ___ (مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے) ___ اس کی شرح میں دو واقعے بیان فرمائے ایک اپنا اور ایک شیخ رفیع الدین محمدؒ کا۔ وہ دونوں واقعے حسب ذیل ہیں۔

(۱) فرماتے تھے کہ ایک شخص فقیرانہ وضع رکھتا تھا، بڑا ہی دردمند معلوم ہوتا تھا

ہر وقت کوئی شعر یا عاشقانہ دوہرہ پڑھتا رہتا تھا اور بہت روتا تھا ایک دن وہ میرے پاس آیا اور تلقین وارشاد کا طالب ہوا۔ نیز زاویے میں ٹھہرنے کی درخواست کی میں نے اس سے پوری طریقے سے روگردانی اور اعراض کا معاملہ کیا جب وہ چلا گیا تو میں نے حاضرین سے کہا کہ یہ شخص کالا ناگ ہے، اس کی صحبت سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیے: مجھے حاضرین کے چہرے کا مطالعہ کر کے محسوس ہوا کہ وہ میری اس بات سے متفق نہیں ہوئے ایک عرصے بعد جب وہ عاقل خاں صوبہ دار دہلی کے مکان پر مشتبہ حالت میں پکڑا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا تب یہ بھید کھلا کہ وہ ناجائز طریقے سے ایک عورت کو بھگا لایا تھا اور اس جرم کو چھپانے کے لیے اس نے زاویہ نشینی اور درویشی اختیار کرلی تھی ___ پھر تو حقیقت حال واضح ہوگئی کہ وہ تمام گریہ وزاری اور اظہار دردمندی اس کی فریب کاری تھی ___

(۲) خان عالم جو کہ اپنے وقت کے امراء میں سے تھے میرے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ کے معتقد تھے ___ خان عالم کے مکان کے قریب ایک باغ تھا وہاں ایک شخص فقیرانہ وضع میں وارد ہوا بظاہر وہ بہت ہی مہذب تھا دنیا داروں کے میل جول سے بہت ہی متنفر معلوم ہوتا تھا، اس کی زبان پر سوائے قال اللہ اور قال الرسول کے اور کچھ نہیں تھا۔ خان عالم اس شخص کے بہت معتقد ہو گئے ایک دن میرے نانا کا گزر اس باغ میں ہوا۔ اس شخص کو دیکھا اور دیکھتے ہی خان عالم سے فرمایا دیکھو یہ شخص "مار سیاہ" ہے اس سے بچتے رہنا۔ خان عالم نے خیال کیا کہ شیخ صاحب کی زبان سے یہ کلمہ شاید

بربنائے حسد جاری ہوا ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے نانا صاحب کی اس بات پر دھیان نہیں دیا ۔۔۔ کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ خان عالم کو ایک اہم کام کے لئے ایک رقم کثیر کی ضرورت پیش آگئی مطلوبہ رقم پاس نہ ہونے کی وجہ سے وہ متحیر اور متردد تھے اس فقیر نے خان عالم کی سراسیمگی کو تاڑ لیا اور سبب پریشانی معلوم کیا جب اصل وجہ معلوم ہوگئی۔ تو مشفقانہ انداز میں کہا کہ اس پریشانی کا علاج میرے پاس موجود ہے میں کیمیا بنانا جانتا ہوں کیمیا کے ذریعہ بڑی تعداد میں سونا حاصل ہو جائے گا۔ خان عالم اس کی باتوں میں آگئے اور ایک لاکھ سے زائد رقم اس فقیر کو دیدی تاکہ وہ کیمیا کا سامان مہیا کرے ۔۔۔ اس نے ان روپیوں کو خرچ کرنا شروع کیا اور کچھ دنوں بعد باغ سے چنپت ہو گیا ہر چند اس کو تلاش کیا نہ ملا۔ خان عالم بہت پشیمان ہوئے ۔۔۔ اس کے بعد خان عالم سفارت کے سلسلے میں ایران چلے گئے جب سفر ایران سے واپس ہوئے تو حافظ محمد حسن نے (جو کہ خان عالم کے لیپالک تھے) ایک شخص کو کسی جگہ دیکھا کہ وہ برہمن کی شکل میں بیٹھا ہوا ہے۔ داڑھی مونچھیں بالکل صاف کئے ہوئے ہے اور سنسکرت بول رہا ہے جب غور سے دیکھا تو پہچانا کہ یہ تو وہی باغ والا دھوکے باز فقیر ہے اسکو گرفتار کر لیا گیا اور سخت سے سخت مار لگائی گئی۔ بالآخر اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں ۔۔۔ خان عالم کا کچھ مال تو اس کے پاس سے مل گیا باقی رقم اس نے کھا پکا کر برابر کر دی تھی ۔۔۔ ایک دوسرے مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والد ماجدؒ کی فراست کے سلسلے میں یہ واقعہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ بعض دیہات بارہہ (ضلع مظفر نگر) میں حضرت والا تشریف لے گئے تھے (چونکہ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ ایک حاذق طبیب اور کامیاب معالج بھی تھے اس لئے)
ایک مریض کا قارورہ آپ کے سامنے لایا گیا اس کو دیکھ کر فی الفور نسخہ تجویز کر دیا۔
اس مجلس میں ایک ہندو طبیب بھی حاضر تھا اس نے دریافت کیا کہ جناب نے (نسخہ تجویز
کرنے سے پہلے) اس مریض کے مرض کو بھی جان لیا یا نہیں؟ اس بات کو سنکر حضرت
رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور یوں فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تھا اس کی عمر اتنی ہے
اس کے اخلاق یہ ہیں اور سبب بیماری یہ ہے۔

سبب بیماری بیان کرتے ہوئے حضرت والا کو حیا دامن گیر ہوئی (اور اس سلسلے
میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی) غرضکہ سب باتیں بیان فرمادیں تو اس طبیب نے کہا جناب
عالی یہ باتیں علم طب کی کتابوں میں کہاں لکھی ہوئی ہیں؟ ــــ جواب میں ارشاد فرمایا!
کہ یہ طب کی بات نہیں ہے۔ یہ تو "فراست صادقہ محمدیاں" ہے یا اسی مضمون کا جملہ
فرمایا ــــ

کرامت و استجابت دعا

انفاس العارفین میں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ
کی کرامات اور استجابت دعا کے واقعات بڑی
کثیر تعداد میں ہیں اس سلسلے کے صرف ایک واقعے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجدؒ ارشاد
فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جب میرا لڑکا صلاح الدین (جو آپ کی زوجہ اولیٰ کے بطن سے
تھے) بیمار ہوا اور اتنا سخت بیمار ہوا کہ امید حیات منقطع ہو گئی حتیٰ کہ میں نے کفن خریدنے

اور قبر کھودنے کو بھی کہہ دیا اس وقت میرا دل جوش میں آیا ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ سے خوب رو رو کر دعائے صحت کی۔

اس وقت مجھے فرشتہ غیبی کے ذریعہ صلاح الدین کی حیات وصحت کی بشارت دی گئی صلاح الدین کو فوراً ایک چھینک آئی اور اس کو گویا از سرِ نو زندگی حاصل ہو گئی۔

دوسری شادی اور اولاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت والد ماجد رح کی عمر ساٹھ سال کی ہو گئی ان پر منکشف ہوا کہ ایک اور فرزند پیدا ہو گا۔ نیز بعض اہل کشف حضرات کی زبانی یہ بشارت بھی ملی کہ وہ لڑکا صاحب مقامات ہو گا اور فلاں فلاں مقام پر فائز ہو گا تو حضرت والد ماجد رح کے دل میں داعیہ تزوج پیدا ہوا جب میرے نانا حضرت شیخ محمد پھلتی کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے چاہا کہ ان کی صاحبزادی سے نکاح ہو تا کہ وہ صاحبزادی اس لڑکے کی ماں بنے ____ فقیر نے بعض ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ جب رشتہ طے ہو گیا تو بعض اہلِ نفاق و شقاق نے چہ میگوئیاں کیں کہ اس عمر میں شادی مناسب نہیں "حضرت ایشاں" نے جب سنا تو فرمایا کہ "(اللہ نے چاہا تو) ابھی میری عمر کے کئی سال باقی ہیں اور (انشاء اللہ تعالیٰ) مجھ سے اولاد بھی ہو گی" ____ اس کے بعد والد ماجد رح سترہ سال زندہ رہے اور دو فرزند وجود میں آئے (شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ)

ایک عجیب واقعہ

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک رات حضرت والد ماجدؒ نے حسب عادت نماز تہجد ادا فرمائی اور فقیر کی والدہ ماجدہ بھی وہیں قریب میں تہجد پڑھ رہی تھیں، نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد والد ماجدؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے والدہ صاحبہؒ بھی (ہاتھ اٹھائے ہوئے) آمین کہہ رہی تھیں دیکایک، دونوں کے درمیان دو ہاتھ نمودار ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو ہاتھ ہمارے فرزند کے ہیں جو عنقریب متولد ہوگا اس کے بعد فقیر پیدا ہوا اور سات سال کی عمر میں تہجد کی نماز کے اندر شریک والدین ہوا اور اسی وضع پر جس وضع پر سات سال پہلے دیکھا گیا تھا، فقیر نے اپنے دونوں ہاتھ والدین کے درمیان دعا کے لئے اٹھائے۔

حضرت محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جب یہ فقیر بہت ہی صغیر السن تھا حضرت والد ماجدؒ نے مجھے اہل اللہ کہہ کر مکرر پکارا کسی نے اس راز کو معلوم کیا تو فرمایا اس کا بھائی اہل اللہ عنقریب متولد ہوگا (بے اختیار) میری زبان پر اس کا نام اس وقت جاری ہوگیا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی جانب التفات بیکراں

حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ خلوت و جلوت میں میری جانب انتہائی توجہ و التفات اور تلطف مبذول فرماتے تھے اور مجھے

دیکھ کر) بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے تھے. فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں بے اختیار یہ بات آتی ہے کہ تمام علوم و معارف کو بیک مرتبہ تیرے سینے میں اُنڈیل دوں یہ فرماکر آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور پھر دوبارہ سہ بارہ یہی جملہ ارشاد فرماتے تھے چنانچہ فقیر کو جو کچھ حاصل ہوا وہ آپ ہی کے انفاس طیبہ کا اثر و ظہور ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علم سلوک میں کچھ زیادہ محنت نہیں کی ہے —— تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن فقیر زمانۂ طفولیت میں احباء و اقرباء کے ساتھ ایک باغ کی سیر کو چلا گیا جب واپس آیا تو حضرت والا نے فرمایا اے بیٹا! تم نے جتنے وقت میں باغ کی سیر کی اس وقت میں وہ کیا شئ حاصل کی جو تمہارے ساتھ باقی رہی؟ مجھے دیکھو میں نے اتنی دیر میں اس قدر درود پڑھا ہے —— یہ سنتے ہی فقیر کا دل باغوں کی سیر سے سرد ہو گیا پھر سیر و تفریح کا داعیہ دل میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

خلفاء و مریدین

آپ کے چند خلفاء اور خاص مریدین کی ایک فہرست ذیل میں پیش کی جا رہی ہے جو سرسری تلاش سے معلوم ہوئے ہیں صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(۱) حضرت شیخ محمد پھلتی جو حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے خسر اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نانا تھے —— حضرت محدث دہلویؒ نے آپ کے حالات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے عطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ —— آپ کا اور آپ کے آباء و اجداد کا فضل و کمال اس رسالہ سے واضح ہوتا ہے شاہ عبید اللہؒ آپ کے صاحبزادے

اور شاہ محمد عاشق پھلتی آپ کے پوتے ہیں ــــ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۵ھ میں آپ نے انتقال فرمایا مزار پھلت میں ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو اپنے زمانے کے آفتاب شریعت و طریقت ہیں، اپنے والد ماجدؒ کے خلیفہ و مجاز ہیں خود "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں،

فقیر نے والد بزرگوار کی ایک مدت تک صحبت حاصل کی اور ان سے بیعت کی اور آداب و طریقہ کا بڑا حصہ ان سے سیکھا۔ طرق مشہورہ کے اشغال ان سے اخذ کیے، خرقۂ صوفیاء ان کے ہاتھوں سے پہنا۔ حضرت والد ماجد اس ضعیف کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے۔ اصل نسبت حضور آپ ہی کی توجہ سے حاصل کی۔ آپ کی بہت سی کرامات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا۔ واقعات عجیبہ اور اتفاقات غریبہ جو والد صاحب کو اور ان کے شیوخ کو پیش آئے تھے ان باتوں کو میں کر یاد رکھا اور انفاس العارفین کی قسم اول میں قلمبند کیا آخر عمر میں حضرت والد ماجد نے مجھے تلقین و بیعت اور صحبت و توجہ کی اجازت عطا فرمائی اور یدہ کیدی (یعنی اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی مانند ہے) میرے بارے میں ارشاد فرمایا والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً مبارکاً فیہ۔

(۳) حضرت شاہ زین العابدین ابن شیخ یحییٰ ابن حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ ۱۰۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے باکمال تھے، فقہ، اصول فقہ اور تصوف میں مہارت تامہ رکھتے تھے شیخ حجۃ اللہ نقشبندی سرہندی سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے ــــ مدتوں

مسند درس و تدریس اور محفلِ تصوف کو رونق دی بہت سے علمار نے آپ سے علم حاصل کیا ۱۱۲۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(نزہتہ الخواطر جلد ۶)

انفاس العارفین اور انفاس رحیمیہ میں آپ کے نام حضرت شاہ عبدالرحیم رح کے مکتوبات درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے خاندان سے اخذ فیض کے بعد آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم رح سے بھی سلوک میں رہنمائی حاصل کی ہے۔ انفاس العارفین سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اصل نام شیخ فقیر اللہ اور زین العابدین لقب تھا ـــــ انفاس العارفین میں کئی جگہ شیخ فقیر اللہ کا نام آیا ہے وہ یہی شیخ زین العابدین نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی رح ہیں۔ آپ حضرت خواجہ عبداللہ دہلوی عرف خواجہ کلاں کے نواسے تھے۔

(۴) حضرت شیخ حسام الدین انصاری رح بایزید رح بن شیخ بدیع الدین سہارنپوری رح

آپ کے والد ماجد، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رح کے اور آپ کے جدِ امجد، حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے ۱۱۰۶ھ میں ردِ روافض کے موضوع پر ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی جس کا نام مرانض الروافض ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور میں موجود ہے چند اجزا راقم کے پاس بھی محفوظ ہیں ـــــ حضرت شاہ عبدالرحیم رح کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حسام الدین انصاری سہارنپوری رح بھی آپ کے اجازت یافتہ اور خلیفہ ہیں۔ افسوس کہ اس باکمال شخصیت کے حالات اور سن وفات کا پتہ نہ چل سکا۔

(۵ و ۶) شاہ عبید اللہ و شاہ حبیب اللہ: دونوں حضرت شاہ محمد پھلتی رح

ان دونوں کے نام بھی علٰحدہ علٰحدہ اجازت نامہ لکھا ہے ــــ دونوں کا مزار پھلت میں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ماموں ہیں حضرت شاہ عبد الرحیمؒ نے کے صاحبزادے اور حضرت

(۷) حضرت شیخ عبد الوہاب پھلتیؒ آپ حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کے نانا اور حضرت شاہ محمد پھلتیؒ کے چچا زاد بھائی تھے۔

(۸) شیخ محمد معظم پھلتی۔

(۹) شیخ بدر الحق پھلتی جامع ملفوظات شاہ عبد الرحیمؒ۔

(۱۰ و ۱۱) شیخ فیض اللہ و دلدار بیگ۔ یہ دونوں حضرات بھی حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے خاص اصحاب میں سے تھے جیسا کہ آپ کے مکتوبات سے واضح ہوتا ہے ــــ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دونوں بزرگ کہاں کے رہنے والے تھے؟

تصنیفات

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کو تالیف و تصنیف کا زیادہ موقع نہیں ملا حسب ذیل رسالے آپکی یادگار ہیں۔

(۱) انفاس رحیمیہ۔ جو چند مکتوبات کا مجموعہ ہے ــــ حضرت شاہ اہل اللہؒ ان مکتوبات کے جامع ہیں ــــ

(۲) ارشاد رحیمیہ ــــ فنِ تصوّف اور سلوک میں ایک مفید و جامع رسالہ ہے ــــ

(۳) حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے ایک رسالہ تصوف کا (جو عربی زبان میں

تھا) فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والد سے سبقاً سبقاً پڑھا ہے اور جس کا ذکر انفاس العارفین اور الانتباہ میں کیا ہے۔

آخر عمر کے چند واقعات اور وفات

حضرت محدث دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں کہ شوال ۱۱۳۱ھ میں حضرت ایشانؒ ایسے سخت بیمار ہوئے کہ امید حیات منقطع ہو گئی ان ایام میں حضرت والاؒ نے خلوت میں بلاکر مجھے حکم دیا کہ توجہ دل (برابر) انکی جانب رکھوں اور اس کی نگہداشت کروں اور یہ بھی فرمایا کہ تین ماہ تک اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ اس وقت تین ماہ کی تخصیص کا راز معلوم نہ ہو سکا تھا۔

اس سخت مرض سے چند روز میں افاقہ ہو گیا اور غسل صحت بھی کر لیا گیا۔ تین ماہ بعد مرض پھر لوٹ آیا اور کچھ عرصے بعد وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ تین ماہ کی تخصیص اس لئے تھی۔

حضرت شاہ صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ایشانؒ جب آخر عمر کو پہنچے اور صاحبِ فراش ہو گئے تو اس فقیر سے فرمایا کرتے تھے کہ دوات و قلم لاؤ میں چاہتا ہوں کہ اپنے معارفِ خاصہ تحریر کردوں۔ فقیر نے چند مرتبہ دوات و قلم کو حاضر بھی کیا مگر نہ لکھنے کی طاقت تھی نہ املا کرانیکی۔ انفاس العارفین میں ہے کہ ان آخری ایام زندگی میں ایک روز حضرت ایشانؒ نے مجھ سے اور صلاح آثار محمد عاشق پھلتیؒ سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو آپس میں خوب دوستی رکھنا تمہاری دوستی میری روح کی خوشی کا باعث ہوگی۔ حضرت

عہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کلمات کا راز بعد کو کھلا جب کہ محمد عاشق پھلتیؒ نے اس فقیر سے ارتباط طریقہ پیدا کرلیا اور وہ مجھ سے منتفع ہوئے امید یہی ہے کہ اس دوستی سے "فوائد بسیار"، برآمد ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجدؒ کی عمر کا آخری رمضان جب آیا تو آپ نے صیام و قیام کا اسی طرح اہتمام کیا جیسا کہ ہر رمضان میں کرتے تھے اگرچہ شیخ فانی ہونیکی بنا پر بہ حسب شریعت، رخصت افطار موجود تھی اور روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں تھی ــــــ اس فقیر نے اور تمام گھر والوں نے عرض کیا کہ رخصت شروع ہوئے

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کی ممتاز و اعلیٰ شخصیت ایک مستقل مقالے کی متقاضی ہے اسوقت اتنا لکھنا کافی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی جس قدر تصنیفات بھی آج ہمیں دستیاب ہو سکی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت شاہ پھلتیؒ کی کوشش جمع و تدوین کا نتیجہ ہیں امت مسلمہ پر حضرت شاہ محمد عاشقؒ کا یہ بڑا احسان ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و معارف کی اشاعت کا انتظام کیا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو حضرت شاہ پھلتیؒ سے کس قدر روحانی تعلق تھا اس کا اندازہ خیر کثیر کے دیباچے سے ہو سکتا ہے جو حضرت شاہ محمد عاشقؒ کے قلم سے ہے اور اس عربی شعر سے ہوتا ہے جو حضرت محدث دہلویؒ نے شاہ محمد عاشقؒ کے نام ایک مکتوب میں انکو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاِنِّیْ وَاِنْ خَاطَبْتُ اَلْفَ مُخَاطَبٍ
فَاَنْتَ الَّذِیْ اَعْنِیْ وَاَنْتَ الْمُخَاطَبُ

(یعنی اگرچہ میں خطاب ہزاروں آدمیوں سے کروں مگر اصل میں مخاطب تم ہی ہو)۔

ہوئے یہ تکلیف کیوں اٹھائی جا رہی ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے سے زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوگا کہ ضعف کی وجہ سے بیہوش ہو جاؤں گا بیہوشی کا تو میں پہلے ہی سے خوگر ہوں ـــــ جب شوال کا مہینہ آیا تو بھوک یک لخت ساقط ہوگئی اور ضعف کا غلبہ ہوگیا ایک روز ایسی حالت ہوگئی کہ امید حیات بالکل باقی نہیں رہی تھی۔ اس نازک حالت میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ـــــ زبان پر جاری تھا پھر کچھ صحت اور تخفیف ہوگئی۔ صفر المظفر کے مہینے میں مرض دوبارہ لاحق ہوا ـــــ جس روز وفات ہوئی ہے اس کی صبح صادق سے پہلے جب آثارِ موت ظاہر ہوئے تو آپ کو اس کا بڑا خیال تھا کہ نماز صبح فوت نہ ہو جائے چند بار اس آخری وقت میں دریافت فرمایا کہ صبح صادق ہوگئی یا نہیں؟ حاضرین نے کہا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی۔ حضرت والاؒ نے غصے کے لہجے میں فرمایا کہ اگرچہ تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا ہماری نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو قبلہ کی جانب متوجہ کردو پھر اشارے سے آخری نماز پڑھی حالانکہ وقت میں شک تھا بعد ازاں ذکر اسم ذات آہستہ آہستہ کرتے رہے اور اسی مشغولیت ذکر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ یہ واقعہ ۱۲ صفر المظفر ۱۱۳۱ھ یوم چہار شنبہ کا ہے ـــــ فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا آخری سال تھا۔ فرخ سیر آپ کی وفات سے پچاس روز بعد اسیر ہوا بعد ازاں سلطنت مغلیہ میں زبردست انقلاب برپا ہوا۔ آپ کی عمر ۷۷ سال کی ہوئی۔ فتح چتوڑ اور تعمیر جامع مسجد شاہجہانی دہلی آپ کو یاد تھی۔

قطعہ تاریخ وفات

در ہزار و یک صد و سی و یک از ہجر رسول
بامداد چہار شنبہ (۱۱۳۱ھ) از صفر ثانی عشر
ہادی راہ طریقت، شیخ دیں عبد الرحیم
کرد از دنیائے دوں در جنت الماویٰ سفر

اخلاق و عادات

حضرت محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (والد ماجد) اخلاق سلیمہ مرضیہ مثلاً شجاعت، فراست اور غیرت وغیرہ سے بوجہ اتم متصف تھے۔ عقل معاش بھی مثل عقل معاد کامل و وافر رکھتے تھے۔ ہر امر میں اعتدال کو پسند فرماتے تھے، لباس میں عدم تکلف ملحوظ رہتا تھا موٹا باریک جیسا کپڑا میسر آگیا استعمال کرلیا۔ امراء کے مکانات پر کبھی نہیں جاتے تھے اگر امراء آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ بڑے اخلاق و تواضع سے پیش آتے تھے۔ کریم قوم کا مزید اکرام فرماتے تھے۔ اگر امراء نصیحت طلب کرتے تھے تو نہایت نرمی سے نصیحت فرماتے تھے۔ ہمیشہ تعظیم علم و علماء اور نفرت از جہل و جہلا آپ کا شعار رہا۔

ہر حال میں آثار نبویہ کا تتبع کرتے تھے۔ آپ کے آثار استقامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی اپنی عمر میں (بعد سن شعور) جماعت نماز فوت نہیں کی الا یہ کہ کوئی عذر شرعی پیش آگیا ہو۔ کسی زمانہ عمر میں خواہ جوانی ہو یا نوجوانی، امور ممنوعہ کی

جانب میلان نہیں ہوا۔ اتباعِ جادۂ محمدیہ آپ کا خلق جبلی تھا۔ ضرورت کیوقت بیع وشرار کا معاملہ خود کر لیتے تھے۔ عمامہ وغیرہ لباس میں مشائخ صوفیار کی وضع پسند تھی غرضکہ بے تکلفانہ زندگی بسر کرتے تھے ـــــ بغیر شدید ضرورت کے قرض لینا مکروہ سمجھتے تھے اور جو شخص عیش وعشرت اور اچھے کھانے، پینے کی خاطر قرض لیتا تھا اس سے ناراض ہوتے تھے ـــــ ہر علم میں کچھ نہ کچھ دخل رکھتے تھے۔ فن طب میں آپ کی مہارت، انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔

معمولات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ایشاںؒ نوافل تہجد کا اہتمام فرماتے تھے مگر ان کے یہاں عدد رکعات کی کوئی قید نہ تھی، نشاط ورغبت کیساتھ جسقدر رکعات بھی ہوجائیں ـ اشراق وچاشت بھی پڑھتے تھے، بعد مغرب وسنتوں سے فارغ ہوکر، دو رکعت نماز نفل برائے ثواب والدین وبرادرِ کلاں، پڑھنے کا معمول تھا زیادہ تر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے کوئی عذر ہو تو دوسری بات ہے۔ بہت ہی خوش الحان تھے ـــــ رعایت تجوید کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے تھے ـ تلاوت کے علاوہ "حلقہ یاراں" میں دو تین رکوع کا ترجمہ بیان معانی کے ساتھ کرتے تھے ـ ایک ہزار مرتبہ ذکر نفی واثبات ہوتا۔ کچھ حصہ فجر سے پہلے جہر کے ساتھ کچھ آہستہ آہستہ ـــــ بارہ ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ورد لازم تھا۔ مراقبہ میں بھی رہتے تھے ـــــ بعد وفات حضرت شیخ ابوالرضا محمدؒ بعض مخلصین کی درخواست پر اپنے مرحوم بھائیؒ کے انداز میں وعظ فرماتے تھے۔ شروع میں اکثر مشکوٰۃ شریف، تنبیہ الغافلین اور نعمتہ الطالبین سے اخذ کر کے وعظ فرماتے تھے۔ آخر میں تفسیر قرآن وعظ کے اندر شروع

کر دی تھی ___ بارہا میں نے آپ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ ہم نے جو کچھ پایا درود شریف کی بدولت پایا ___ ہر روز سورۂ مزمل گیارہ مرتبہ اور یا مُغنی گیارہ سو مرتبہ، غنائے ظاہری کے لئے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ تمام حالات میں بے اسبابِ ظاہری اپنے بندوں کے قلوب، حضرت ایشاںؒ کی طرف متوجہ فرما دیتا تھا ___
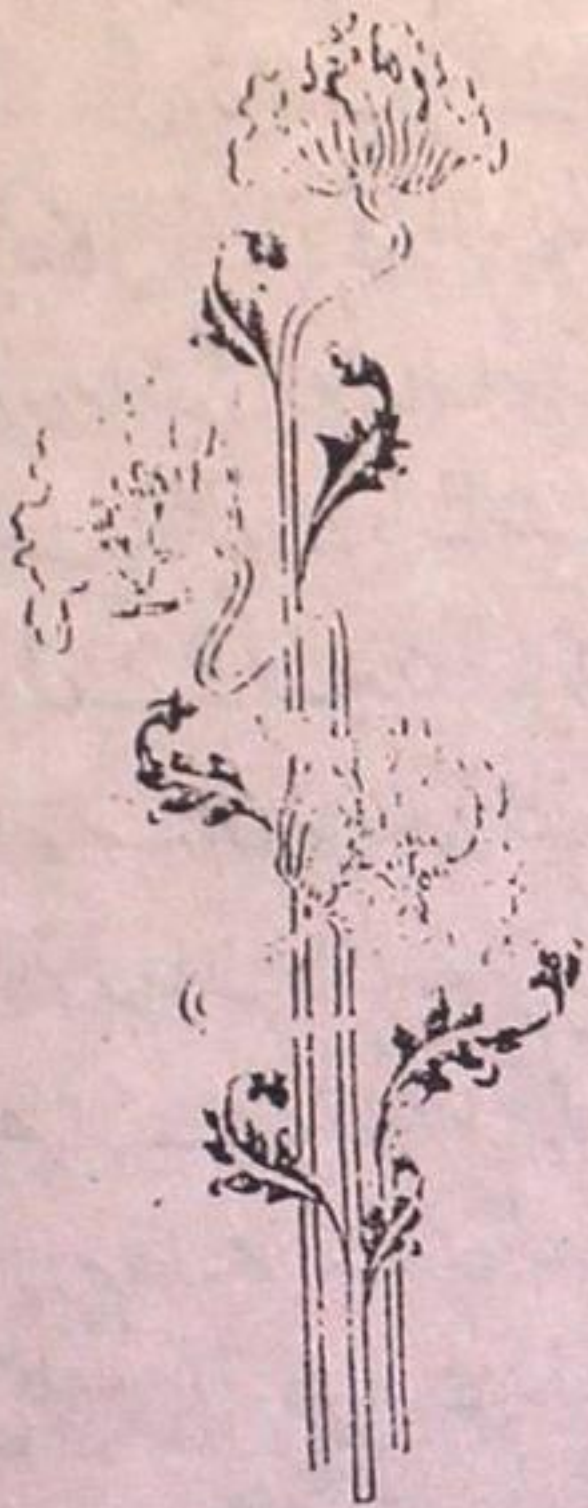
ملفوظات

حکمتِ عملی اور آدابِ معاشرہ کی تعلیم

حضرت محدث دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں کہ "حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس فقیر کو اپنی مجلس مبارک میں، حکمت عملی اور آدابِ معاشرت کی بھی بہت کچھ تعلیم دیتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ کی چند باتیں جو میرے حافظے میں باقی رہ گئی ہیں یہ ہیں :"

(۱) فرمایا ___ کہ اپنی مجلس میں کسی قوم کی (یا کسی علاقے کے لوگوں کی) ہرگز برائی نہ کرنا کہ پورب والے ایسے ہوتے ہیں اور پنجاب والے ویسے ہوتے ہیں۔ افغانوں میں عیب ہے اور مغلوں میں یہ خرابی ہے ___ ممکن ہے کہ تمہاری مجلس میں اس قوم یا علاقے کا ان کا حمایت کنندہ کوئی موجود ہو ___ اس کو یہ بات ناگوار گزریگی اور مجلس مکدّر ہو جائیگی

(۲) فرمایا کرتے تھے کہ (خواہ مخواہ اور بلا ضرورت) ہرگز کوئی ایسی بات مجلس عام میں زبان پر نہ لانا جو "مخالفِ جمہور" ہو، اگرچہ وہ فی نفسہٖ صحیح ہو، کیونکہ لوگ (ایکدم) اس

بات کا انکار کردیں گے اور تکدر پیدا ہو جائے گا۔

(۳) فرماتے تھے ـــــ کہ مجلس عام میں کسی خاص شخص کا نام لیکر اعتراض اور رد صریح نہ کیا جائے (عام بات بغیر نام کے ہو)

(۴) فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا لباس اس کے امتیاز و کمال پر اطلاع دینے والا ہونا چاہیئے۔ اگر وہ عالم ہو تو علماء کا سا لباس پہنے اور ان کی سی زندگی بسر کرے اور درویش ہو تو لباس درویشی زیب تن کرے اور درویشوں کی طرح زندگی گزارے۔

(۵) فرماتے تھے کہ عیادت و بیمار پرسی کا مقصد اعظم یہ ہے کہ مریض کو تمہارے اس طرز عمل سے خوشی حاصل ہو، مقصد یہ نہیں ہے کہ فقط اس کے مزاج کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ لہٰذا جب کوئی کسی مریض کی عیادت کا قصد کرے تو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ مریض کو تو اطلاع نہ ہو اور وہ بالا ہی بالا کسی سے کیفیت مزاج معلوم کرکے واپس ہو جائے ایسا کرنے سے مقصد فوت ہوتا ہے۔ یہی حال تعزیت کا ہے اور یہی حیثیت سفارش کی ہے۔ ان دونوں میں بھی ایسا ہونا چاہیئے کہ جس کو تسلی دینا ہے اس کو (تعزیت نامہ یا آمد کے ذریعے) اپنے جذبۂ ہمدردی سے مطلع کرو ـــــ اور جس کی سفارش کی ہے اس کو بھی مطلع کر دیا جائے کہ تمہاری سفارش کر دی گئی ہے ـــــ فرماتے تھے کہ جن جن امور میں "اقامت مصلحت و موافقت" کو اور آپس میں انسانوں کے دل جوڑنے اور محبت پیدا ہونے کو مد نظر اور ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان سب معاملات میں ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ صاحب معاملہ کو اپنے کام سے مطلع کر دیا جائے۔

(۶) فرماتے تھے کہ اگر وہ لوگ جو (بظاہر) مرتبے میں تم سے کم ہیں اور محض محبت دینی کی بناء پر، تمکو سلام کرنے میں ابتدا کرتے ہیں، تم اس بات کو اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اللہ کا شکر بجالانا ____ ایسے لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ____ اور ان کے حال اور مزاج کو دریافت کرنا، بسا اوقات تمہارا ادنیٰ التفات جس کی تمہارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں، عوام کی نظر میں بڑی چیز بن جاتا ہے اور وہ اس التفات کو بڑی حیثیت دیتے ہیں۔ اگر وہ اپنی طرف تمہارا ادنیٰ التفات بھی نہ دیکھیں گے تو بہت رنجیدہ ہوں گے۔

ے صد ملکِ دل بہ نیم نگہ میتواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

(یعنی سیکڑوں ملکِ دل ایک ادنیٰ التفات کے عوض خریدے جاسکتے ہیں اس معاملے میں خوبان زمانہ بہت کوتاہی کررہے ہیں (کہ ادنیٰ التفات کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے اور اتنا بڑا نفع نظر انداز کررہے ہیں)۔

(۷) فرماتے تھے ____ کہ یہ بات احمقانہ ہے کہ لباس و طعام وغیرہ میں کسی مخصوص چیز کی عادت ڈال لی جائے (جب تک وہ مخصوص و متعین شئے نہ ملے اُس وقت تک چین نہ آئے۔)

(۸) فرمایا ____ بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی محبت، ذاتی ہوتی ہو کہ جب بتدریج تمہاری محبت ان کے دل میں جاگزیں ہوجائے گی پھر کسی حال میں وہ محبت انکے

دل سے باہر نہ ہوگی، نہ مفلسی میں نہ خوشحالی میں ——— ایسے دوست کو غنیمت شمار کرنا اور اپنے فرزند سے بھی بہتر سمجھنا ——— بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ تمہاری کسی فضیلت کے ظہور کی وجہ سے یا کسی غرض سے محبت رکھتے ہیں اُن کو ان کے مقام پر رکھنا چاہیئے۔ غرضکہ سب کو ایک درجے میں نہ رکھا جائے اور کسی شخص پر اس کے مرتبے سے زیادہ اعتماد نہ کیا جائے۔

(۹) فرماتے تھے کہ "کار عاقلاں و حکیماں" یہ ہے کہ کسی چیز سے فقط لذت حاصل کر لینا مقصود نہ ہو بلکہ اس لذت کے ضمن میں دفع ضرورت یا اقامت فضیلت ملحوظ ہو یا ادائے سنت کی نیت ہو۔

(۱۰) فرماتے تھے کہ بات کرنے میں، چلنے پھرنے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں قوی لوگوں کا انداز اختیار کرنا چاہیئے۔ اگرچہ تم دقدرے ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی معیوب بات یا بزدلی یا بخل اتفاقاً تم سے صادر ہو جائے تو اس کو چھپانے میں حتی الامکان کوشش کرنا اور اس سے شرمندہ رہنا اور بتکلف اس کے مقابل کی اچھی صفت کا مظاہرہ کرنا ——— ایسا نہ ہو کہ نفس کو کوتاہی و تقصیر کی عادت و خو پڑ جائے۔

دو رباعیاں

حضرت شاہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت والد ماجدؒ متصل نماز ظہر میری طرف متوجہ ہوئے اور نی البدیہہ یہ رُباعی فرمائی۔

گر تو راہ حق بخواہی اے پسر
خاطر کس را مرنجاں الحذر

در طریقت رکنِ اعظم رحمت است　　　　این چنیں فرمود آں خیر البشرؐ

(اے بیٹے اگر تو راہِ حق اختیار کرنا چاہتا ہے تو کسی کے دل کو ہرگز مت ستانا۔ رحمدلی، طریقت میں رکنِ اعظم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رحمدلی کی بہت کچھ تعلیم و تلقین فرمائی ہے)

اس رباعی کے متعلق فرمایا کہ دوات و قلم لاؤ اور اس کو لکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کا میرے دل میں القاء فرمایا ہے تاکہ اس کی تم کو نصیحت کروں۔ پھر فرمایا کہ یہ نصیحت آمیز رباعی اللہ کی بڑی نعمت ہے اس کا بھی شکر لازم ہے۔

حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے انفاس نفیسہ میں یہ رباعی بھی ہے۔

اے کہ نعمتہائے تو از حد فزوں　　　　شکر نعمتہائے تو از حد بروں

عجز از شکر تو باشد شکر ما　　　　گر بود فضلِ تو ما را رہ نموں

(اے وہ ذات کہ تیری نعمتیں جس طرح حد سے زیادہ ہیں۔ تیری نعمتوں کا شکر یہ بھی حدِ امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا تیرے شکر سے عاجز ہونے کا اقرار کر لینا ہی تیرا شکر ہے مگر یہ اقرارِ عجز بھی اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ تیرا فضل و کرم ہماری رہنمائی کرے اور ہمارے شاملِ حال ہو۔)

مسلکِ فقہی

حضرت محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ اکثر و بیشتر امور میں تو موافق مذہب حنفی عمل کرتے تھے البتہ بعض باتوں میں حسب حدیث یا حسب وجدان کسی دوسرے مسلکِ فقہ کو ترجیح دیتے تھے۔

نسبتہائے طرق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ کی زبان سے بارہا خلوت میں یہ سنا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جو نسبت ہم نے پائی ہو وہ صاف ترا در باریک تر ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبندؒ سے جو نسبت ہمیں ملی ہے وہ غالب ترا در مؤثر تر ہے اور وہ نسبت جو کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ سے ہم نے حاصل کی ہو وہ عشق سے نزدیک ترا در تاثیر اسماء اور صفائی قلب سے قریب تر ہے۔

بے ہمہ و با ہمہ

ایک مخلص نے حضرت ایشاںؒ سے دریافت کیا کہ عام لوگوں کے درمیان کس طرح زندگی بسر کرنا چاہیئے، فرمایا اس طرح رہو کہ جیسے تم بھی ان میں سے ایک ہو، اپنے آپ کو ان سے بڑا اور ممتاز نہ سمجھو — پھر اس نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کا کیا طریقہ ہے۔ اُس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ الآیۃ (یہ سورہ نور کی ایک آیت ہے جس میں دیندار تاجروں کی حضرت حق جل مجدہٗ نے تعریف فرمائی ہو اور جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تجارتی کاروبار اور جائز اشغال میں مشغول رہ کر بھی انسان وصول الی اللہ کی دولت و نعمت حاصل کر سکتا ہے ترکِ دنیا کی چنداں ضرورت نہیں —

ایک لطیفہ

حضرت ایشاںؒ ایک مرتبہ کئی رفقاء کے ہمراہ سفر کر رہے تھے بہلی ایک تھی اور سب اس بہلی پر نوبت نہ نوبت سوار ہوتے

تھے ۔۔۔ ایک رفیق اثنار راہ میں اپنی باری سے زیادہ سوار ہوا حضرت ایشانؒ نے (جو غالباً پیدل چل رہے تھے) ایک شخص سے فرمایا کہ ہلی کے سواروں سے دریافت کرد کہ اِعْدِلُوْاھُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (انصاف کرد، انصاف تقویٰ اور پرہیزگاری سے بہت قریب ہے) یہ آیت کس پارے میں ہے؟ شیخ بدرالحق ھلتیؒ مقصدِ کلام سمجھ گئے اور برجستہ و بے ساختہ عرض کیا کہ سیپارہ یعتذرون اسی آیت کے بعد شروع ہوتا ہے (سیپارہ یعتذرون کا ذکر کرنے سے جواب میں ایک علمی لطافت پیدا ہو گئی اور عمدہ طریقے پر عذرخواہی بھی ہو گئی)۔

حضرت شیخ اکبرؒ کی تعظیم و تکریم

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فاروقی حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی بہت تعظیم کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "میں اگر چاہوں تو فصوص الحکم کی برسرِ منبر تقریر کردوں اور اس کے تمام مسائل کو آیات واحادیث کے موافق ثابت کردوں اور اس طرح بیان کردوں کہ کسی کو کوئی شبہ نہ رہے" البتہ وحدت وجود کی تصریحات سے پرہیز فرماتے تھے۔ کیونکہ اکثر اہلِ زمانہ اس مسئلہ کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں گے اور ورطۂ الحاد و زندقہ میں پڑ جائیں گے۔

چند ملفوظات

شیخ محمد بدرالحق ھلتیؒ نے حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے ملفوظات جمع کیے ہیں جو انفاس رحیمیہ کے آخر میں درج ہیں ان میں سے چند یہاں پیش کرتا ہوں۔

فرمایا ــــ سالک کو چاہیئے کہ رات دن ذکر کا اہتمام رکھے ــــ طالب حق کو چاہیئے کہ نماز فجر سے لیکر اشراق تک مراقبے میں بیٹھے اور مراقبے کے بعد اس وقت تک کسی سے گفتگو نہ کرے جب تک نماز اشراق نہ پڑھ لے ــــ اور جب آدھی رات ہو جائے نماز تہجد ادا کرے اور فجر تک مراقبے میں رہے جب نیند غلبہ کرے پانی اپنے منہ پر چھڑک لے تاکہ نیند دور ہو جائے، اس مبارک وقت میں فتوحاتِ غیبی کا بہت کچھ ظہور ہوتا ہے اور بہت کچھ کشادگی محسوس ہوتی ہے خصوصًا شب جمعہ کہ بہت ہی فضیلت رکھتی ہے

فرمایا ــــ جب کسی درویش کی صحبت میں جائے اور اس سے متاثر ہو تو اس تاثر کو اپنے پیر و مرشد کا فیض سمجھ کر یہ قابلیت ان کی نظر سے پیدا ہوئی ہے۔

فرمایا ــــ اگر کسی طالب پر کسی درویش کامل نے ایک بار بھی توجہ کر دی ہے اور قید ہستی سے آزاد کر دیا ہے تو یہی ایک توجہ اس کو عمر بھر کے لئے کافی ہوگی بشرطیکہ مشغول بحق رہے یہ (خوش قسمت) طالب اسوقت تک نہیں مرے گا جب تک اس کا کام پورا نہ ہو جائے گا۔

فرمایا ــــ طالبِ حق اگر بیگانوں کی صحبت میں کبھی چلا جائے تو تھوڑی دیر سے زیادہ نہ بیٹھے۔

فرمایا ــــ عاشقِ صادق کو اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ قبر میں جانے تک اپنی عمر کو یادِ مولیٰ میں صرف کرے۔ (اور اس کام میں لگا رہے) یہ بات دل میں نہ لائے کہ اس کام سے جلد فارغ ہو جاؤں، جلد بازی کریگا تو یہ راستہ اس پر کچھ بھی نہ کھلیگا ــــ

بلکہ نظر کو حصول اور عدمِ حصول سے بھی ہٹا لے ۔ کمالِ حصول اسی کو جانے کہ حق تعالیٰ
نے اپنی یاد کی توفیق عنایت فرمادی ہے حصول کار اسی بات پر موقوف ہے جب ہمت
و توجہ درست ہو گئی تو پھر کام بھی مقصود سے وابستہ ہو جائیگا ۔ اگر کیفیت قبض (قلب میں) پیدا
ہو تو نا امید نہ ہو بلکہ بدستور جد وجہد میں رہے اور شکر کرتا رہے ، اگر سالہا سال بھی قبض کی
کیفیت رہے تب بھی نا امید نہ ہو ۔ کیا عجب ہے ، کہ اللہ تعالیٰ (اس استقامت کی برکت سے)
ایک مرتبہ ہی ایسا بسط عنایت فرمادے کہ جو دولت و نعمت سالہا سال میں حاصل نہ
ہوتی ہو وہ ایک لمحے میں حاصل ہو جائے ـــــــ غرضکہ اپنے کام کو اچھے طریقے سے انجام دیکر
اس دنیا سے جائے ۔

فرمایا ـــــــ طالب کو چاہیئے کہ ہر حال میں انتظارِ جمال محبوب حقیقی کرے اور کسی
لمحہ اس فکر سے غافل نہ ہو یہاں تک کہ یک بیک اس کا باطن مثل چراغ روشن ہو جائے
اور ظلمت ہستی باقی نہ رہے ۔ ہر وقت اپنے آپ کو مبتدی سمجھے ۔ اور اشغال میں اس طرح
جد وجہد کرے گویا کہ اسی وقت مرشد نے ارشاد فرمائے ہیں ۔ یاد حق میں اپنے جگر کو کباب
کردے اور جس جگہ قیام ہو اپنی عمر کا خاتمہ اسی جگہ جانے اور اس جگہ سے کسی دوسری جگہ
(مستقل طور پر) منتقل ہونیکا خیال منقطع کردے ۔ موت کو حاضر جانے تاکہ "مرنے سے
پہلے مرجاؤ" والا خاص مقام حاصل ہو ــــــ پرانی قبروں کا دھیان کرے اور عبرت
حاصل کرے کہ ایک دن میرا حال بھی ایسا ہی ہو جائے گا میں بھی قبر میں پہونچ جاؤں گا
اور سمجھے کہ میری عمر (فرض کرو) پچاس سال باقی رہ گئی ہے تو وہ بھی ہوا کیطرح گذر جائیگی

اگر کوئی تجھ پر غصہ کرے تو اپنے حال پر غور کر دے — اگر اپنے اندر ترک دنیا اور ترک جاہ
دعزت پاتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، سمجھ لے کہ ایسی حالت میں کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے
گی اور کسی کا غصہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، اور اگر اپنے اندر دُنیا کی طرف میلان محسوس
کرے تو جان لے کہ ہر چیز ضرر پہنچا سکتی ہے بلکہ دنیا کی طرف میلان ہونا ہی ایک مستقل
ضرر ہے۔ دل کا دنیا میں پھنسنا اور اہل دنیا سے محبت کرنا اس سے زیادہ کوئی ضرر نہیں۔
اگر مخلوق (خواہ مخواہ) اظہار نفرت کرے تو خوش ہونا چاہیئے کہ مردود خلق مقبول
حق ہو جاتا ہے اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ اگر لوگ بنظر حقارت دیکھتے ہیں تو یہ
حقارت کا معاملہ چند روز سے زیادہ کا نہیں ہے — اس جہان کی عزت کے
لئے اس جہان کا کام — جس سے ہمیشہ واسطہ پڑتا ہے — برباد نہیں کرنا چاہئے —
اس بات پر بھی یقین رکھ کہ ہدایت وضلالت، از جانب خدا ہے۔ حق تعالیٰ کے سوا کسی
کی خواہش و آرزو سے یہ دونوں امر نہیں ہوتے — آخر اس جہان سے گذرنا ہے اور
اس جہان کو چھوڑنا ہے۔ جس چیز کو اضطرار و مجبوری کے ساتھ کل چھوڑے گا بہتر یہی
ہے کہ اس کو آج اپنے اختیار سے چھوڑ دے۔
تو اگر کسی کی طرف سے کوئی تکلیف اٹھائے تو اسکے حق میں دعائے بد نہ کر بلکہ صرف اپنی
جمعیت و عافیت کو اللہ سے طلب کر، اب آگے کو خواہ حق تعالیٰ اس موذی کو مبتلائے مصیبت
کر دے یا توفیق نیک بخشدے۔ بس اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دے — جو لوگ
دل کے اندھے اور طریق اہل اللہ کے منکر ہیں ان کی صحبت میں نہ بیٹھنا —

ان کی صحبت سے پرہیز کرنا (طالب حق کو چاہئے کہ کسی مسلمان کو اپنے سے کم درجہ نہ سمجھے شاید حق تعالیٰ اسکو آخر میں توفیق نیک دیدے بلکہ کافر شخص کو بھی (انجام پر نظر کرتے ہوئے) بُرا نہ سمجھے۔ اسلئے کہ اس کا احتمال (امکان) ہیکہ وہ دنیا سے مسلمان ہوکر انتقال کرے اور خاتمہ بخیر ہو جائے۔

بزرگان سلف کے کمالات صرف پیش عوام بیان کرنے میں مشغول نہ رہے بلکہ اپنے اندر بھی ایک حال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ مطالعہ احوال بزرگاں میں یہی منفعت ہو کہ خود بھی جدوجہد کرنے لگے تاکہ بزرگوں والی کیفیت اللہ تعالیٰ اسکو بھی عنایت فرمادے فقط یہ نہ ہو کہ اپنی مفاخرت کے لئے ان بزرگوں کا افسانہ بیان کیا جائے۔ صرف افسانہ گوئی سے کام نہیں چلیگا۔

اگر کوئی نماز (اتفاق سے) قضا ہو گئی تو جب تک اسکو ادا نہ کرے کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ نماز ادا کئے بغیر کسی کام میں مشغول ہونا نحوست کی بات ہو۔

دل سالک پر جو کچھ عالم ملکوت سے ظاہر ہو وہ کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اپنے ابنائے جنس کے علاوہ کوئی شخص اپنے کو دوست ظاہر کرے تو اس پر کلیۃً مائل و مفتون نہ ہو جائے اس لئے کہ اہل دنیا مکار ہوتے ہیں جب تک کسی صادق نہ پائے اور کفش بردار اہل اللہ نیز فرمانبردار اہل اللہ نہ دیکھے اس وقت تک کسی سے اپنا راز ظاہر نہ کرے۔

اصل کار یہ ہو کہ اپنا اختیار درمیان سے اٹھا کر اپنے آپ کو اہل اللہ کے سپرد کر دے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ ورنہ مقصود ہرگز حاصل نہ ہوگا ____ اپنے آپ کو بس ایک کا کر دے اور ہر جگہ سے نیت استفاضہ نہ رکھے ورنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہ پہونچے گا۔

مکتوبات

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے مکتوبات کا مختصر مجموعہ ہے جس کو حضرت شاہ اہل اللہؒ نے مرتب کیا ہے اور جو مطبع احمدی (متعلق مدرسہ عزیزی دہلوی) اور مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔ ان مطبوعہ نسخوں میں کثرت سے اغلاطِ کتابت پائی جاتی ہیں۔ ایک قلمی نسخہ بھی اس مجموعے کا نظر سے گزرا۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ مطبوعہ نسخے میں بہت گڑبڑ کر دی گئی ہے ــــ کہیں ایک مکتوب کا کچھ حصہ دوسرے مکتوب میں شامل کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے دونوں مکتوب ناقابلِ فہم بن گئے کہیں نفی کی جگہ اثبات اور اثبات کی جگہ نفی ہے جس سے مفہوم ہی بدل گیا ہے بعض جگہ لفظ دوسرا رکھ دیا گیا ہے جس کی بنا پر مطلب خبط ہو گیا ہے۔ طولِ تحریر کا خوف ہے ورنہ میں ہر قسم کے اغلاط کے چند نمونے اس موقع پر پیش کرتا۔

مکتوبات کے شروع میں حضرت شاہ اہل اللہ کا دیباچہ ہے جس میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ "میں نے یہ مکتوبات، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں جمع کر لئے تھے۔ ایک دن میرے ہاتھ میں یہ مجموعہ دیکھ کر حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے اہل اللہ! تم

ان خطوط کو ترتیب دید تاکہ ان سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو ۔ میں نے حکم عالی کی بجاآوری کی اور اس مجموعۂ مکتوبات کا انفاس رحیمیہ نام رکھا ___ اللہ تعالےٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے ۔"

اس مجموعۂ مکتوبات میں سب سے پہلے ایک تحریر ہے جو غالباً کسی کے نام مکتوب ہے۔ شروع میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں۔ یہ تحریر اچھا خاصہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں بہت سے اہم مضامین آگئے ہیں ۔

اس کی ابتدا اس مشہور حدیث سے کی گئی ہے ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرحمُ اللہ مَن لایرحمُ الناس ۔ — اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل نہیں فرماتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا ۔

اس کے بعد دوسری حدیث لکھی ہے ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسَلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم مَن فی السمآءِ ۔ — رحمٰن جلّ شانہٗ ان لوگوں پر رحمت فرماتا ہے جو اس کی مخلوق پر ترحم و شفقت کرتے ہیں تم زمین پر بسنے والے تمام انسانوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کریگا ۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں ۔

اس حدیث میں تمام انسانوں پر رحم کرنے کو فرمایا گیا ہے چاہے وہ نیک ہوں یا بد۔ بدوں پر رحم کرنا یہ ہے کہ ان کو بدی سے باز رکھا جائے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو بھی قابل رحم ہو اس پر رحم کرو۔ کوئی بھی ہو ____ مَنْ فِی السَّمَآءِ میں آسمان کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے کمال وسعت اور علو وارتفاع کی بناء پر ہے یا "مَنْ فِی السَّمَآءِ" سے ملائکہ مراد ہیں کہ وہ رحم کرنیوالوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی درخواست کرتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ ملائکہ، رحم کرنے والوں کی شیاطین جن وانس سے حفاظت کرتے ہیں (یہ حفاظت کرنا گویا کہ رحم کرنا ہے۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں ____ اے طالب قرب مولیٰ اور اے قاصد سعادت دنیا وعقبیٰ، اللہ کے بندوں پر شفقت اور ترحم کرنا خاصہ حضرت خداوندی ہے اور انبیاء واولیاء کی صفات کاملہ میں سے ایک صفت ہے پس تو اس امر کی کوشش کر کہ سورج کیطرح ہر نیک وبد پر چمکے ____ مخلوق کی بداخلاقی کو برداشت کر اور ان سے رحمت وشفقت کو موقوف نہ کر۔

.... حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے ____ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا اور اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی نصرت وحاجت روائی فرماتا ہے۔

اس کے بعد ان دو عورتوں کا ذکر کیا ہے جن کے متعلق حدیث میں مذکور ہے کہ ان میں ایک عورت نیک اور پارسا تھی ایک بلی کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کرنیکی وجہ سے عذاب ہوا اور دوسری عورت جو نیک چلن نہیں تھی ایک پیاسے کتے کو پانی پلانیکی وجہ سے اجر یاب ہوئی اور بخشی گئی ـــــ پھر کچھ عبارت کے بعد فرماتے ہیں ـــــ

"آخر اس دارِ فناء کو چھوڑنا ہے اور دارِ جزا ر دبقار میں پہونچنا ہے لہٰذا نفسانیت اور تکبر کو اپنے اندر سے نکال کر پھینک دے اور اعمال پر بھروسہ نہ کر۔ فضل و کرم غفار پر نظر رکھ ـــــ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچا اور مخلوق سے رحم و شفقت کا معاملہ کر۔ اور اپنے آپ کو بُری صفات سے علحدہ رکھ۔ اے طالب مولیٰ غور کر کہ ایک حیوان کو راحت پہونچانے کی وجہ سے ایک جہنمی کو جنتی کر دیا گیا اگر انسان کو راحت پہنچانے سے حضرتِ رحمٰن تجھ کو اپنا مقرّب بنالیں تو کیا بعید ہے اور ایک حیوان کو تکلیف پہنچانے سے ایک انسان دوزخ میں پہنچا تو اگر کسی بندہ کے دل کو جو کہ حرم انوارِ حق اور محلِ اسرارِ خدا ہے ـــــ کوئی شخص تکلیف پہونچائے اور اس کے نتیجے میں اسفل سافلین میں گر جائے تو کیا تعجب ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکیس بُرھیوں کا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے رحمت کے سو حصّوں میں سے ایک حصّہ تمام حیوانات اور مخلوقات کو تقسیم فرما دیا ہے جس کی بنا پر مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی اور ان کی پرورش کرتی ہیں اور سُم والا جانور اپنی ٹاپوں اور سُم سے اپنے بچے کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کو ایذا سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے رحمت کے باقی ننانوے حصے اپنے پاس محفوظ رکھے ہیں۔"

معیت خداوندی پر ایک محققانہ بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ـــــ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔

ان آیتوں کے پیش نظر، معیت کو سمجھنا چاہیئے۔ آیت کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ خداوندکریم تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو، اور وہ انسان کی رگ و جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ ہونے کی معیت کہتے ہیں۔ یہ معیت یا تو مجازی مانی جائے گی یا حقیقی۔ علمائے ظاہر کا قول یہ ہے کہ یہ معیت مجازی ہے حقیقی نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ خداوندکریم تمام ذرات کے ساتھ ہے مگر از روئے علم نہ کہ از روئے ذات۔ یہی بات حضرات متکلمین فرماتے ہیں لیکن صوفیائے کرام ظاہری معنی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حقیقت کو طلب کرتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ معیت حق تعالی تمام ذرات کائنات کے ساتھ حقیقی معنی میں ہے یعنی حق تعالی بذات خود جمیع اشیائے کائنات کے ساتھ ہے۔

اس کی معیت وہ نہیں ہے جس کو متکلمین اور علمائے ظاہر بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی کی معیت نہ تو معیت عرض با جسم کی طرح ہے ـــــ نہ معیت جسم با جسم کی مانند ہے نہ معیت عرض با عرض کے طور پر ہے نہ معیت عرض با جوہر کے طریق پر ہے بلکہ وہ ایسی معیت ہے جو ان چاروں قسم کی معیتوں سے علحدہ ہے۔ آیت " مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى الاٰية کو غور سے پڑھو اس میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہوتے، مشورہ کرنیوالے تین شخص مگر کہ خدا ان میں

چوتھا ہوتا ہے اور وہ ان کے اعمال و اقوال آشکار او نہاں کا جاننے والا ہے اور ان کے تمام صفات و خطرات اور کیفیات ظاہری و باطنی سے خبردار ہے اور پانچ آدمی راز کی بات آپس میں نہیں کرتے مگر چھٹا ان میں خدا ہوتا ہے ــــــ اسی طرح جتنے بھی اشخاص ہوں کم ہوں، یا زیادہ مگر خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی ہوں سا توں آسمانوں میں ہوں یا ساتوں زمینوں ہوں ــــــ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اس آیت کو بھی غور سے پڑھو اس سے بھی حقیقی قرب و معیت کا پتہ چل رہا ہے ؎

زیں معیت دم مزن بنشیں خموش ـــ ایں معیت درنیابد عقل و ہوش

(اس معیت پر زیادہ گفتگو نہ کر بس خاموش ہو جا اس معیت کو عقل و ہوش پوری طرح نہیں پا سکتے)۔

اے بھائی تمام موجودات کے ساتھ قرب و معیت حق کو سمجھانے کے لئے سب سے زیادہ قریب الفہم مثال۔ قرب روح با اجسادکی ہے کہ روح، عالم امر سے ہے نہ بدن کی حقیقت میں داخل ہے نہ اس سے خارج ہے، نہ بدن سے متصل ہے نہ منفصل۔ وہ صفات جسم سے مبرا اور ملابست کے نقص سے معرا ہے اس کے باوجود وہ جمیع اجزائے بدن میں متصرف ہے۔ اگر ہزار سال بھی یہ روح، بدن سے تعلق رکھے اس کی طہارت و صرافت میں کوئی خلل و نقصان نہیں آئیگا جس طرح یہ روح بدن کے تعلق سے پہلے تھی اسی طرح اب بھی رہے گی۔ کوئی کثافت اس میں نہیں آئے گی! اسیطرح قرب حق کو مخلوق کے ساتھ سمجھو کر عالم امکان کی

پستی وذلت اس قرب ومعیت کی وجہ سے ذرہ برابر بھی واجب الوجود کی منزہ ومقدس ذات پر اثرانداز نہیں ہے۔ فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنَ الْخَالِقِين - جب تم نے حقیقت معیت روح، جسم کے ساتھ سمجھ لی تو مشہور قول مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ - (جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)، کو بھی سمجھ لوگے۔

شیخ محمد پھلیتی کو تحریر فرماتے ہیں۔

دوام شہود وحضوری کو اپنا نصب العین بنالو پھر کسی بھی وجائز مشغلے میں مشغول رہو تو وہ عین وصال ہے اور بے شہود وحضوری صلوٰۃ وتلاوت میں بھی مشغول ہو تو وہ عین وبال ہے۔

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر　　　ایں عمر گرامی بخسارت مگذار

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار　　　میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

(اے برادر دولت سرمدی کو ہاتھ میں لاؤ اور اس عمر گرامی کو خسارے کیساتھ مت ضائع کرو۔ ہر جگہ ہر کسی سے ہر ضروری کام میں مشغول رہ سکتے ہو مگر چشم دل کو ہمیشہ جانب یار ہی رکھنا) میاں محمد معظم (پھلیتی)، کو واضح رہے کہ غفلت اگرچہ ایک ہی ساعت ہو (طریقت میں)، کفر ہے۔ مسلمان بن کر زندگی گزارنا چاہیئے۔ بے یاد خدا جینا موت کی مانند ہے بلکہ موت سے بھی بدتر ہے۔ میاں دلدار بیگ کو کیا لکھوں وہ خود دانا اور فہیم ہیں وہ بھی احسن واہم کام میں مشغول رہیں۔

تم نے (شیخ محمد پھلیتی ؒ نے)، لکھا تھا کہ میں کوئی کتاب لکھوں۔ مخدوما! چونکہ فرصت

کم ہے لکھنا میسر نہیں ہوتا۔ پھر بھی جو کچھ تم دریافت کروگے اس کا جواب مفصل و مشرح لکھا جائیگا، بے سوال کئے کچھ لکھا نہیں جاتا ——— امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ (بہ طور تحدیث نعمت لکھتا ہوں، علمائے وقت کا علم میرے علم کے برابر نہیں ہے مگر میرا علم صوفیائے کرام کے صرف ایک مقولے کے برابر نہیں ہے (اور وہ مقولہ یہ ہے) اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ فَعَلَیْکَ اَلْوَقْتُ۔ (وقت کاٹنے والی تلوار کی مانند ہے تمہارے اوپر وقت کی حفاظت لازم ہے)

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔ ـــ برادر شیخ محمد و شیخ معظم اور دلدار بیگ کو اس درویش دلریش کی جانب سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ "الوقت سیف قاطع"——— تمکو آگاہی دوام کے حصول کی سعی تمام کرنا چاہیئے جو عبادت میں سعادت ہے۔ اور فراغت (بے فکری) میں شقادت ..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فکرمند اور غمگین رہتے تھے۔ جو چیز تمہیں یادِ حق سے باز رکھے تم اس سے باز رہو ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا ——— یہ کپڑا، چاندی اور فرزند و زن دنیا نہیں ہیں)۔

شیخ محمد پھلتیؒ کو ایک مکتوب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمہ وصیت آنکہ یا دوست یا یادِ دوست و ہر چہ جز او ست نہ نکوست نہ نکو ہست۔
یعنی یا تو دوست ہو یا یادِ دوست ہو اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہو ٹھیک نہیں ———

ٹھیک نہیں۔

ایک مکتوب میں شیخ محمد اور دلدار بیگ کو ارقام فرماتے ہیں۔

درویش دلریش عبدالرحیم کی جانب سے برادرم شیخ محمد اور دلدار بیگ بعد از سلام مسنون مطالعہ کریں ـــــ اللہ اللہ کرد اور ماسوی سے منھ موڑ دو، دوام آگاہی میں سعیٔ بلیغ ہو، زندگانی پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ حدیث خیرُ الناسِ مَن ینفعُ الناسَ (لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے) پر عمل کرتے ہوئے مخلوق کو خدا تک پہونچانا چاہیئے۔ آگاہ باش، آگاہ باش، آگاہ باش۔

زوجۂ شیخ محمدؒ ام حبیب اللہ پھلتی یعنی اپنی خوشدامن کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ـــــ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ـــــ اما بعد ـ ـ سالکۂ طریقت، طالبۂ حقیقت ام عبید اللہ اللہ ان کو ذاکرات واصلات، قانتات اور عارفات میں سے کردے۔ اور مقام فنار و بقار سے کیف عطا فرمائے۔ بعد سلام خیر انجام مطالعہ کریں ـــ اشغالِ ظاہریہ میں اتنی مشغول نہ ہوں کہ احوالِ باطنہ کی بلندی سے باز رہیں ...... دلِ بیدار حاصل کرد (بالفرض) اگر تعلقات کونین بھی تم پر آگریں تو ذرا سا حجاب تمہارے قلب پر نہ ہونا چاہیئے ..... راہِ خدا میں مؤنث و مذکر ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عورتیں عشقِ خدا رکھتی ہیں وہ درحقیقت (ہمت کے اندر) مرد ہیں۔ جو مرد عشقِ خدا سے بے تعلق ہیں وہ عورتوں

سے بدتر ہیں۔

اپنے برادر نسبتی شیخ عبیداللہ پھلتیؒ و والد ماجد شیخ محمد عاشقؒ کو تحریر فرماتے ہیں
برادر دینی، محب یقینی یعنی صلاح آثار میاں شیخ عبیداللہ جیو، ہمیشہ یاد خدا سے محفوظ
اور حفظ خدا کے اندر محفوظ رہ کر ذاکر و شاکر رہیں۔ بعد سلام مسنون تحریر آنکہ۔۔۔۔ دل
فقیر کو اس کی فکر ہے کہ تم کس طرح ہو اور تمہارے حالات کیا ہیں، اپنے ظاہری و باطنی
حقائق و معارف، مفصل لکھ کر بھیجو ___ اور لکھو کہ اب سیر و سلوک کی کس منزل میں ہو
___ اس کی فکر کرو کہ تم سوائے خدا کے کسی کے بندے نہ بننے پاؤ اور ایسا کام کرو کہ
کل کو شرمندگی نہ ہو ___ حیات دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔ حق تعالیٰ سے غافل رہنا جہل
مطلق ہے۔۔۔۔۔۔ دنیا فانی ہے، حق کے ساتھ مشغول رہنا، سعادت دو جہانی ہے
ذرہ یاد و آگاہی ہزار بادشاہی سے بہتر ہے۔ طلب مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ طلب دوست
میں اہل معرفت کا غور و فکر کرنا خلاصی و نجات کا ذریعہ ہے۔ خلاف نفس کام کرنا فرض عین
ہے۔۔۔۔۔۔ اہل یاد و ذاکر لوگ ہمیشہ شاد رہتے ہیں۔ در ظاہر اسباب اگرچہ معاش میں
امیر و سلطان کی رضامندی درکار ہوتی ہے لیکن معاد و آخرت کے معاملے میں رضائے
رحمن ضروری ہے۔ رضامندی حق ہی درکار ہے، تدبیر دنیا اور اہل دنیا کا کیا اعتبار۔
دنیا چند روزہ ہے آخرکار واسطہ خداوند کریم سے ہی پڑے گا۔ دینی خدمات کی طرف
مائل رہو اور اپنے نفس پر غالب۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر در خانہ کس است یک حرف
بس است۔

ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں۔

سیدالسند! فیضِ حق ناگاہ پہونچتا ہے مگر کہاں پر پہونچتا ہے؟ دلِ آگاہ پر۔ دلِ آگاہ کی علامت کیا ہے؟ ذکرِ خدا سے دل میں نور و سرور کا داخل ہونا اور دارالغرور (دنیا) سے دور رہنا ـــ بیشک لذتِ یادِ حق تمام لذتوں سے اونچی ہے جس نے یہ ذائقہ چکھا اس نے چکھا۔ اور جس نے بات کو سمجھا اس نے سمجھا ـــ اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا.....

شیخ حسام الدین سہارنپوریؒ کو اجازت نامہ[1] تحریر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں ـــ

الحمدُ للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہٖ محمّد وآلہ واصحابہٖ اجمعین
فقیر عبدالرحیم کیطرف سے مجمع کمالاتِ ظاہری و باطنی، منبعِ حسناتِ صوری و معنوی (شیخ حسام الدین) کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد عرض ہو کہ اشتیاقِ ملاقات حدِ بیان سے باہر ہے۔ دوسری بات یہ ہیکہ بعض طالبین اور اخوان الصدق والصفا، خدمتِ عالی میں اخذِ طریق کے سلسلے میں رجوع کرتے ہیں لیکن آپ خودداری کی وجہ سے اور اس بنا پر کہ اس زمانے کے طالبین میں بے استعدادی ہو اظہارِ طریقۂ علیہ اور اجرائے خیرِ کثیر کی جانب توجہ

---

[1] مطبع احمدی دہلی والے نسخہ میں یہ اجازت نامہ ص۲۵ و ۲۶ پر درج ہو۔ مگر وہاں مکتوب الیہ کا نام مذکور نہیں قلمی نسخے سے پتہ چلا کہ یہ شیخ حسام الدین سہارنپوری کے نام ہے۔

نہیں فرماتے (ان لوگوں کو بیعت نہیں کرتے) بیشک بات صحیح ہے۔ طالبین کی کوتاہی
نظر اور بے استعدادی پر نظر کی جائے تو اسرار حق میں سے ایک بات بھی ان سے کہنا
مناسب نہیں۔ لیکن اچھی بات یہ ہے کہ اہل طلب کے سامنے قواعد طریقہ بیان کر دیئے جائیں
ان میں جو جس استعداد کا ہوگا بہرہ ور ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب کرے جس نے مجھ سے جو کچھ سنا وہ دوسروں تک
پہونچایا کیونکہ "بعض لوگ جن تک دین کی بات پہنچتی ہے۔ ان لوگوں سے زیادہ محفوظ رکھنے
والے ہوتے ہیں جنھوں نے براہ راست دین کی بات سنی ہے"۔ اور بزرگوں کا طریقہ بھی جو
اس وقت تک چل رہا ہے یہی ہے ___ چاہیئے کہ آپ اس حدیث کو پیش نظر رکھیں اور جو بھی
طالب صادق آئے اس پر اظہار طریق کریں جس کے نصیب میں جتنا ہوگا پالے گا ___
اور اگر عدم اظہار طریقہ کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو کہیں سے اجازت نہیں ہے کہ وہ شرط
اظہار طریقہ ہے۔ تو اس فقیر کی جانب سے اجازت سمجھیں اس فقیر کو ..... ظاہر میں
عارف ربانی ماہر اسرار سبحانی حضرت حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادی قدس سرہٗ سے انکو
حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے ان کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے اجازت ہے
نیز اس فقیر کو قدوۃ العارفین خواجہ ابو القاسمؒ سے بھی ___ جو کہ خلیفہ کے لقب سے مشہور
تھے ___ اجازت حاصل ہے ان کو اعلم علماء، اعرف عرفا ملا ولی محمد قدس سرہٗ سے
اور ان کو صاحب طریقہ جذب وسلوک میر ابو العلیٰ اکبر آبادی قدس سرہٗ سے ان کو خواجہ
عبد اللہؒ سے ان کو اپنے ماموں خواجہ عبد الحقؒ سے ان کو اپنے ماموں پیشوائے ابرار خواجہ

عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے اجازت ہے۔ طریقۂ قادریہ و چشتیہ کے مشائخِ طریقت
کے نام جو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اوپر ہیں پھر لکھ کر بھیجے جائیں گے۔

اپنے ایک مرید فیض اللہ کو تحریر فرماتے ہیں۔ بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ برادرم فیض اللہ
ہمیشہ منتظر فیض اللہ رہیں۔ اے برادر، فیض اللہ اچانک اور ناگاہ پہونچتا ہے۔ لیکن دل آگاہ
پر پہونچتا ہے۔ جانتے ہو دل آگاہ کیسا ہوتا ہے؟ وہ دل جو آداب کا پابند ہو۔ ادب
تین قسم کا ہے ادبِ خدا، ادبِ رسول اور ادبِ خلقِ خدا ___ جس نے ادب کی محافظت
و رعایت کرلی وہ مردانِ راہ خدا کے مقام پر پہونچ گیا۔ امام مالکؒ مدینے کی گلیوں
میں کبھی سوار نہ ہوئے اس خیال سے کہ محبوب رب العالمین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ
وسلم یہاں پیدل چلے ہوں گے۔ امام موصوفؒ جب کسی قدیم عمارت کو دیکھتے تھے
ادب کے ساتھ اس کو بوسہ دیتے تھے اس خیال سے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
دستِ مبارک اسکو لگا ہو گا۔ جب فیض پہونچے گا تو آنکھیں کھل جائیں گی۔ تماشائے
فیض ربانی تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور اسرارِ فیض تک پہونچو گے۔ اتنا افاضہ دیض
دیکھو گے کہ افاضۂ فیض کا اثر تمہاری نگاہ بصیرت سے چھپ جائیگا اور بجز فیاض کے
اور کوئی نظر نہ آئے گا.........

شیخ محمد کھلیتیؒ کو ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔

.......جس کے دو دن مساوی حالت میں گزرے اور کوئی ترقی نہ کی، وہ
خسارے میں ہے۔ بس چاہیئے کہ کوئی سانس غفلت کے ساتھ نہ آئے اور کمیت و کیفیت

نسبت کی زیادتی واضافہ کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ اگر عمرِ نوح اس میں صرف ہو جائے تب بھی اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ متفرق اشغال اور اَوراد سے دست برداری ہونی چاہیئے اور پوری عزیمت اور قوت کے ساتھ ہمیشہ نسبت کی جانب متوجہ رہا جائے ...... ماضی وحال کا موازنہ کرنا واجباتِ طریق سے ہے۔ اصولِ پنجگانہ جو اس فقیر کو القا ہوئے ہیں ان کی ادائیگی میں "صرفِ ہمت" کرنا چاہیئے (وہ اصولِ پنجگانہ یہ ہیں)(۱) دوامِ ذکر (۲) ہر حال میں تقویٰ (۳) عام مخلوق خدا کو بغیر تفریق ملک وملت نفع پہونچانا (۴) اپنے نفس کو کسی پر فضیلت وترجیح نہ دینا۔ (۵) امر اللہ اور خلق اللہ سے تواضع کا معاملہ۔

شیخ محمد پھلتیؒ کو ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

درگاہِ الٰہی سے قریب کرنیوالی کوئی چیز شغل آگاہی سے بہتر نہیں ہے۔ آگاہ کون ہے؟ وہ جو خود کو آگاہ نہیں سمجھتا...... امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ علمائے وقت کا علم میرے علم کو نہیں پہونچتا اور صوفیائے کرام کے ایک جملے کو میرا علم نہیں پہونچتا۔ وہ جملہ یہ ہے اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ۔ جس کام میں نفع نہ ہو اس کو پسند نہ کرو ... چاہیئے کہ درس بھی اس طرح ہو کہ آگاہی باقی رہے اور اعتدال کیساتھ ہو اور وہ دست جو موافقِ شریعت ہوں ان کی طرف التفات کریں۔ مراقبہ، مجاہدہ وغیرہ سے ایک لحظہ خالی نہ رہیں۔

ایک خاتون صالحہ کو تحریر فرماتے ہیں۔

بعد سلام واضح ہو کہ اپنے اوقاتِ عزیز کو غفلت وبیکاری میں ضائع نہ کریں اور اپنے

انفاس نفیس کو بجز ذکر حق تعالیٰ کے نہ گزاریں۔

ہر یک نفس کہ میرود از عمر، گوہریست — کانرا خراج ملک دو عالم بود بہا
مپسند کایں خزانہ دہی رایگاں بباد — وانگہ روی بخاک تہی دست و بے نوا

(عمر کا جو سانس بھی گزر رہا ہے وہ اتنا قیمتی ہے کہ ملک دو عالم کا خراج اسکی قیمت ہے اس بات کو پسند نہ کر کہ اس خزانے کو یوں ہی رائیگاں اور برباد کر دے اور خالی ہاتھ مفلس ہو کر قبر میں جائے۔) مخلوق سے توجہ ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اپنے اوقات کو "تلاوت قرآن"، "ذکر دوام" اور "آگاہی بتوجہ تمام" میں مشغول رکھو ..... جو شغل میں نے تلقین کیا ہے اسکو اپنا نصب العین بنالو اور ایک سانس بھی غفلت سے نہ نکالو۔ اوپر نظر کرو تو اللہ ہے نیچے نظر کرو تو اللہ ہے دائیں طرف دیکھو تو اللہ ہے بائیں طرف نگاہ کرو تو اللہ ہے۔ اگر خود اپنی ذات کے اندر نظر کرو تو اللہ موجود ہے۔ تمام حرکات وارادات منجانب اللہ ہیں۔ بس اسی نسبت میں کوشش کرو اور خود کو اپنی نظر سے پوشیدہ کر لو ..... قُلِ اللّٰہ ثُمَّ ذَرْھُمْ اللہ بس باقی ہوس.... وظیفہ درود، اشراق و چاشت اور تہجد نسبت باطنی حاصل کرنے کے پیچھے فوت نہ ہونے پائیں اس لئے کہ ان میں بے شمار کمالات ہیں۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر، گفتم ہیچ — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

(دل نے مجھ سے کہا کہ مجھے علم لدنی کی آرزو ہے اگر تمکو یہ علم آتا ہو تو مجھے تلقین کر دو۔ میں نے الف بتا دیا اس نے کہا اور کچھ؟ میں نے کہا بس اور کچھ نہیں اگر کوئی لائق آدمی ہے تو اس کو ایک ہی حرف کافی ہے۔)

ضمیمہ

زندوں سے بعض اہلِ قبور کی ہمکلامی

از

حضرت مولٰینا محمد منظور نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ اوراق میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ایسے واقعات بھی ذکر کئے گئے ہیں جن میں بعض خواص اہل قبور سے شاہ صاحبؒ کی ہمکلامی کا ذکر ہے۔ اب سے تقریباً ۲۵ سال پہلے جب مولانا مفتی نسیم احمد صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ سلسلۂ مضامین جس میں یہ واقعات ذکر کئے گئے ہیں الفرقان میں قسطوار شائع ہو رہا تھا تو ناظرینِ الفرقان میں سے بعض حضرات نے ان واقعات کے بارے میں اپنے سخت ذہنی خلجان کا اظہار کیا تھا اس وقت اس عاجز نے مناسب سمجھا تھا کہ الفرقان کے صفحات ہی میں اس بارے میں لکھ دیا جائے ــــــ چنانچہ اسی تقاضے کے تحت اس مسئلہ سے متعلق پیشِ نظر وضاحتی مضمون لکھا گیا تھا جو جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۸۶ھ کے شمارہ میں شائع ہوا تھا، مناسب سمجھا گیا کہ بطور ضمیمہ اس کو بھی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ و حضرت شاہ ابوالرضاؒ سے متعلق مولانا نسیم احمد فریدی علیہ الرحمۃ کے اس مجموعۂ مضامین کے ساتھ شائع کر دیا جائے، امید ہے کہ اس مسئلہ میں یہ مختصر مقالہ انشاء اللہ ان حضرات کے لئے باعثِ اطمینان ہوگا۔

واللہ الموفق وھو المستعان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

جو حضرات حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کی شخصیت اور ان کے علو مقام سے واقف ہیں ان کی خدمت میں تو سب سے پہلی بات اس سلسلہ میں یہ عرض کرنی ہے کہ یہ سب واقعات حضرت شاہ ولی اللہؒ کی "انفاس العارفین" سے ماخوذ ہیں یعنی ان کے اصل راوی حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ اور انھوں نے بلاواسطہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ سے سُن کر یہ واقعات اپنی کتاب میں محفوظ کیے ہیں ــــ اس لیے جہاں تک انکی نقل و روایت کا تعلق ہے اس میں کسی شک و شبہ یا کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ ان واقعات کے بارہ میں ذہنی خلجان کی وجہ ایک تو یہ ہو سکتی ہے کہ اصحاب قبور سے اس طرح کی ہمکلامی کی کوئی مثال یا سند قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہمیں نہیں ملتی ــــ یہ بات بلاشبہ صحیح ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی بھی ہمارے علم میں نہیں ہے جس سے اس کی قطعاً نفی ہوتی ہو ــــ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ" ــــ اور ــــ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن

فی القبور۔ کے بارہ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ اہل علم کی نظر میں ہوگا اور ان دونوں
آیتوں کا سیاق وسباق خود ہی ان کے معنی متعین کر دیتا ہے۔ تفصیل تفاسیر میں دیکھی جا سکتی
ہے) بہر کیف صورت حال یہ ہے کہ شریعت کے اصل ماخذ قرآن وحدیث اس بارہ میں
ساکت ہیں۔ اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو بات قرآن وحدیث میں نہ بیان کی گئی ہو وہ
لازمی طور پر قابلِ انکار ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت بجائے خود صحیح ہو اور خواص
امت کے تجربہ اور ادراک میں آئے اور قرآن وحدیث میں اس کو اس لئے بیان نہ فرمایا
گیا ہو کہ امت کے عوام اور جمہور کے لحاظ سے وہ نازک اور دقیق ہو اور اس سے اُن کے
لئے کسی ابتلاء کا خطرہ ہو یا اس طرح کی کسی اور مصلحت سے اس کو قرآن وحدیث میں بیان
نہ فرمایا گیا ہو ___ خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقتِ
روح پر کلام کرتے ہوئے اس نکتہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَیس کل ما سکت عنہ
الشرع لا یمکن معرفتہ
البتۃ بل کثیرًا ما یسکت
عنہ لاجل انہ معرفۃ
دقیقۃ لا یصلح لتعاطیہا
جمہور الامۃ وان امکنَ
لبعضہم۔ (حجۃ اللہ ص ۱۳/۱)

اور یہ بات نہیں ہے کہ شریعت میں
جس چیز کے بیان سے سکوت کیا گیا
ہو اس کی معرفت اور اس کا ادراک
کسی کے لئے ممکن ہی نہ ہو بلکہ بکثرت
ایسا ہوتا ہے کہ کسی حقیقت کو شریعت
میں اس لئے بیان نہیں کیا جاتا
کہ وہ ایک دقیق اور نازک حقیقت

ہوتی ہے جس کے لین دین (افادہ
استفادہ) کی صلاحیت امت کے
عوام میں نہیں ہوتی (اگرچہ خواص
میں اس کی اہلیت ہوتی ہے اور
وہ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں)۔

صوفیاء کرام کے بہت سے معارف اور بہت سے تجربے اسی قبیل سے ہیں۔ ہاں اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی ایسی بات کہے اور ایسی معرفت یا واردات بیان کرے جو قرآن وحدیث اور اصول شریعت کے خلاف ہو تو بلاشبہ اس کا رد و انکار واجب ہوگا، لیکن اگر وہ بات ایسی ہو کہ قرآن وحدیث اس سے صرف ساکت ہیں تو پھر اس کے انکار وابطال پر زور دینا غلو ہوگا ـــــ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرے لوگ اس کے تسلیم وقبول کرنے کے مکلف نہ ہوں گے ـ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے حالات میں بعض خواص اصحاب قبور سے ہمکلامی، یا بیداری میں حضرت سعدی علیہ الرحمۃ سے ملاقات، یا منطق الطیر (پرندوں سے بات چیت) کے ادراک وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان سب کی نوعیت دراصل یہی ہے ـ اس لئے صرف اس بناء پر ان کا انکار اور ان سے توحش صحیح نہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اموات کے مکالمہ سے انکار کی ایک علمی وجہ خاصکر احناف کے لئے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بات اچھی خاصی شہرت پا گئی ہے کہ حنفیہ سماعِ موتیٰ کے قائل نہیں ہیں، اور ظاہر

ہے کہ اموات سے مکالمے کا اس وقت تک تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ان کے لئے سماع بلکہ مزید برآں تکلم بھی نہ تسلیم کر لیا جائے۔

اس بارہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حنفی علماء و مصنفین نے سماعِ موتیٰ سے انکار کیا ہے ان کو بھی سماع سے مطلق انکار نہیں ہے بلکہ وہ اس میں استثناء کے قائل ہیں۔ مثلاً مانتے ہیں کہ جب کوئی زائرِ قبر پر سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اس کا سلام سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے، اسی طرح احادیثِ نبویہ کی روشنی میں انھوں نے اور بھی بعض استثناءات کئے ہیں ـــــ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ شہرت ہی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ائمہ حنفیہ سماعِ موتیٰ کے منکر ہیں ـــــ محققین علماءِ احناف نے دعویٰ کیا ہے کہ فقہ حنفی کے ائمہ و اساطین میں سے کسی سے بھی یہ انکار ثابت نہیں ہے[1]۔

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے امالی "فیض الباری علیٰ صحیح البخاری" میں ہے۔

وفی رسالۃ غیر مطبوعۃ لعلی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک

---

[1] اس موقع پر عاجز اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ اب ۵۵ - ۵۶ سال پہلے الفرقان کے پہلے یا دوسرے سال کے کسی شمارہ میں سماعِ اموات کے بارہ میں اس عاجز نے بھی وہی لکھا تھا جس کی نسبت حنفیہ کی طرف عام طور سے مشہور ہو گئی ہے یعنی سماعِ موتیٰ کا انکار، بعد میں وہ معلوم ہوا جو "فیض الباری" سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے، اور اب یہ عاجز اسی کو تحقیقی بات سمجھتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

القاری ان احدا من ائمتنا	غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ سماع
لم یذھب الی انکارھا	موتیٰ سے انکار ائمہ حنفیہ میں سے
(ای انکار مسئلہ سماع الاموات) وانما	کسی کا بھی مسلک ومذہب نہیں
استنبطوھا من مسئلۃ فی	ہے، بلکہ بعض مصنفین نے باب
باب الایمان ......الخ	الایمان کے ایک جزئی مسئلہ سے
صہ ۲۶۸ ج ۲	ایسا سمجھا ہے،

اس کے بعد صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے ردیہ پر گفتگو فرمانے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اقول، والاحادیث فی سمع	اور میں کہتا ہوں کہ مسئلہ سماع
الاموات قد بلغت مَبلغ	موتیٰ کے بارہ میں حدیثیں تواتر کی
التواتر۔	حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ اسلئے
	اس کے انکار کی کوئی گنجائش ہی
	نہیں ہے،۔

اسی طرح فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں ہے۔

انّ سماع الموتیٰ ثابت فی الجملۃ	بلاشبہ اموات کا فی الجملہ سماع
بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ۔	بہت سی صحیح احادیث سے پایہ
(فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹)	ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔

نیز فتح الملہم میں اس موقع پر علامہ آلوسی بغدادی حنفی کا کلام نقل کیا گیا ہے جس سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔ خاص کر اس شبہ کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ قبر میں تو صرف بیجان اور بے رُوح لاشہ دفن ہوتا ہے اور وہ بھی عام طور سے زیادہ مدت تک صحیح سلامت نہیں رہتا اس سے سماع کا کیسا امکان ہے ___ ذیل میں علامہ آلوسی کے اس کلام کا صرف حاصل اور خلاصہ درج کیا جاتا ہے ___ فرماتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ اموات کے لئے سماع فی الجملہ ثابت ہے اور اس کی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی خاص قدرت سے جسم میت کے کسی حصہ میں (جو قبر میں مدفون ہے) سننے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ زائرین کا سلام اور اس کے علاوہ جو بھی اللہ تعالیٰ اس کو سنوانا چاہتا ہے سنتا ہے اور یہ بات کہ وہ میت پچاسوں من مٹی کے نیچے مدفون ہے (اور آواز پہونچنے کے لئے کوئی منفذ بھی نہیں ہے) اور اس کا جسمانی نظام ختم ہو چکا ہے اور اس کے جوڑ بند الگ ہو چکے ہیں اس سماع میں مانع نہیں ہوتی (کیونکہ اس سماع بعد الموت کا قانون حیات دنیا کے سماع کے قانون سے مختلف ہے)

دوسری توجیہ اموات کے سماع کی یہ ہو سکتی ہے کہ سماع براہ راست میت کی رُوح کو ہوتا ہے اور میت کے جسم اور اس کے کسی عضو کا اصالۃً

اس سماع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن چونکہ میت کے بدن یا اسکے کسی خاص جز کے ساتھ اس کی رُوح کا کسی قسم کا تعلق ضرور رہتا ہے جو نوعیت میں حیات دنیا والے جسم و رُوح کے تعلق سے مختلف ہوتا ہے اور اسکی حقیقت اور نوعیت بس اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے. اس لئے جب کوئی آدمی صاحب قبر کی زیارت کو آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ہے تو اس کی رُوح کو اس وقت سننے کی صلاحیت بخش دیتا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میت کی رُوح ہر آواز اور ہر بات سُن سکے، اس لئے اموات کا یہ سماع اور اسی طرح ان کے دوسرے احساسات اور ادراکات بھی (اس نظام عالم کے ماورار) اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں ــــ (آگے علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہی دوسری توجیہ میرے نزدیک راجح ہے۔ (فتح الملہم)

اسی مسئلہ سماع موتی کے بارہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایک تحقیق بھی ان کے ایک مکتوب کے حوالہ سے فتح الملہم کی اسی بحث میں نقل کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:۔

مُردوں کا زندوں کی کوئی بات سننا اس طرح نہیں ہے جس طرح ایک زندہ آدمی دوسرے زندہ آدمی کی بات اسباب ظاہرہ عادیہ طبعیہ کے تحت سنتا ہے اور نہ ہم زندوں کو اس کی قدرت ہے کہ اپنی جو بات چاہیں دوسرے

عالم میں پہونچ جانیوالے کسی مردہ کو سنا سکیں بلکہ اللہ ہی کو یہ قدرت ہے کہ زندوں کی جو بات وہ مُردوں کو سنانا چاہے بطور خرقِ عادت کے ان کو سنوا دے یا اس کے لئے ایسے اسبابِ خفیہ کا ایک سلسلہ پیدا فرما دے جن کو ہم نہیں جانتے۔ پھر وہ مُردے کی بات زندوں کی طرح نہیں یا زندوں سے بھی زیادہ سنیں ــــــــ (اس وضاحت کے بعد مولانا نانوتوی فرماتے ہیں)، غالباً اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن مجید میں بندوں سے اسماع یعنی سنوانے کی نفی کی گئی ہے (یعنی فرمایا گیا ہے کہ اے نبی آپ قبروں میں دفن شدہ مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے) مُردوں کے سننے کی نفی صراحت کے ساتھ کہیں نہیں فرمائی گئی۔

(فتح الملہم)

امید ہے کہ اکابر علماء احناف کی ان توضیحات اور تصریحات سے مسئلہ سماعِ موتیٰ کے بارہ میں انکا مسلک معلوم ہونیکے علاوہ بہت سے وہ اشکالات بھی حل ہو جائیں گے جو مسئلہ کی صحیح نوعیت سامنے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور پھر اس مسئلہ کی بنیاد پر اموات سے ہمکلامی کے بارہ میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے وہ بھی رفع ہو جائیگا ــ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خرقِ عادت کے طور پر زندوں کی بات مُردے سُن سکتے ہیں۔ اسی طرح مُردوں کی بات زندے بھی سُن سکتے ہیں۔ ان دونوں باتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ فیض الباری میں

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ؒ سے ابھی سماع موتیٰ کی بحث میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

ان مسئلة کلام المیت و سماعه واحدة	میت کا کسی زندہ سے بات کرنا یا کسی زندہ کی بات سننا دونوں مسئلے ایک ہی ہیں۔
(فیض الباری صـ۲۶۸ ج۲)	

آخر میں ہم شیخ ابن القیم ؒ کی بے نظیر تصنیف "کتاب الروح" سے چند اقتباس نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان سے اصل زیر بحث مسئلہ پر اچھی روشنی پڑیگی۔

افتتاحی خطبہ کے بعد کتاب کا آغاز اس سوال سے ہوتا ہے :- جو زندہ لوگ مُردوں کی زیارت کو آتے اور سلام کرتے ہیں مُردوں کو ان کے آنے اور سلام کرنے کی خبر ہوتی ہے یا نہیں اور وہ انکو پہچانتے ہیں یا نہیں ؟

شیخ ابن القیم ؒ نے اس کا جواب اثبات میں دیا ہے اور اس کے ثبوت میں پہلے چند حدیثوں کا حوالہ دیا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی قبر پر جاکر سلام کرتا ہے تو مُردہ سلام سنتا ہے، جواب دیتا ہے اور پہچانتا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

والسلف مجمعون علیٰ ھٰذا	اور سلف کا اس پر اجماع ہے
وقد تواترت الاٰثار عنھم	اور اس بارہ میں ان کے آثار
بان المیت یعرف زیارة	حد تواتر کو پہونچے ہوئے ہیں کہ میت

الحی ویستبشر بہ | کو زندوں کی زیارت کی خبر
ھ۔ | ہوتی ہے اور ان کو اس سے مسرت
| اور خوشی ہوتی ہے۔

اس کے بعد ابن ابی الدنیا کی تخریج سے متعدد حدیثیں اور متعدد آثار و واقعات اس کے ثبوت میں نقل کئے ہیں! اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ویکفی فی ھذا تسمیۃ المسلم علیھم زائراً ولولا انھم یشعرون بہ لما صح تسمیۃ زائراً فان المزور ان لم یعلم بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھذا ھو المعقول من الزیارۃ عند جمیع الامم وکذالک السلام علیھم ایضا فان السلام علی من لایشعر ولایعلم بالمسلم محال وقد علم النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم امتہ اذا زاروا القبور ان یقولوا

اور قبر پر سلام کرنیوالے کو عرف شریعت میں زائر (یعنی ملاقات کرنے والا) کہا جاتا بجائے خود اس کا کافی ثبوت ہے. اور اگر ایسی بات ہوتی کہ قبر والوں کو اس سلام کرنیوالے زائر کی خبر ہی نہ ہوتی تو اس کو زائر (ملاقات کرنیوالا) کہنا ہرگز صحیح نہ ہوتا، کیونکہ جب صورت ایسی ہو کہ ملاقات کرنیوالے کے آنیکی خبر بھی اس کو نہ ہو جس سے ملاقات کے لئے وہ آیا ہے تو یہ کہنا قطعاً صحیح

سَلَامٌ علیکم اَھلَ الدیار
مِنَ المومنین والمسلمین وَ
انا ان شاء اللہ بکم لاحقونَ
یرحم اللہ المستقدمین منا
وَمنکم وَ المستاخرین
نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ
وھذا السلام والخطابُ
وَالنداء لموجود یسمعُ وَ
یخاطبُ ویعقل وَیرد وَان
لم یسمع المسلم الرد ـــ

(ص۱۰)

نہ ہوگا اس نے اس کی زیارت
یعنی اس سے ملاقات کی۔ دنیا کی
ساری قوموں کا یہی عرف ہے
اور یہی ان کے نزدیک عقل کے
مطابق ہے۔
اسی طرح شریعت میں اصحاب
قبور کو سلام کرنیکا جو حکم ہے وہ
بھی اس بات کی مستقل دلیل ہے
کہ قبروں والے سلام کو سنتے سمجھتے
ہیں کیونکہ کسی ایسی چیز کو جو شعور
سے بالکل خالی ہو سلام کرنا اور
السلام علیکم سے اس کو مخاطب
کرنا بالکل خلاف عقل بات ہے
حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مسلمانوں کو اسکی تعلیم
دی ہے کہ جب وہ قبور کی زیارت
کریں تو کہیں ـــــ "السلامُ

عَلیکم اَھلَ الدیَار مِنَ
اَلمُومنینَ وَالمسُلمِینَ الخ یعنی
سلام ہو تم پر ان گھروں کے
رہنے والے مومنو اور مسلمو، اور
ایک دن ہم بھی تم سے آملیں گے،
اللہ کی رحمت ہو ہم تم میں سے
آگے جانے والوں پر اور بعد میں
پہونچنے والوں پر۔ ہم اپنے لئے
اور تمہارے لئے اللہ سے خیر و
عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

اور ظاہر ہے کہ اس طرح یہ
سلام کرنا اور مخاطب کرنا اور پکارنا
کسی ایسی ہستی ہی کو ہوسکتا ہے جو
سنتی سمجھتی ہو اور لائق خطاب
ہو اور جواب دیتی ہو۔ اگرچہ سلام
کرنے والا اس کا جواب نہ سن سکے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

واذا اصلی الرجل قریبًا منہم شاھدوہ وعلموا صلوتہ وغبطوہ علی ذالکؒ

اور جب کوئی آدمی ان مُردوں کے قریب نماز پڑھتا ہے تو وہ اس کو دیکھتے ہیں اور ان کو اس کی نماز کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ اس پر رشک کرتے ہیں۔

اس کے بعد اس سلسلے کے بعض واقعات بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک واقعہ ابن ابی الدنیا کی روایت سے سند کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ۔

"مشہور تابعی ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کیطرف آیا، ایک منزل پر میں نے قیام کیا وہاں میں نے رات کو وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں، وہاں ایک قبر بھی تھی میں نے اسی پر سر رکھ کے سو گیا، پھر میری آنکھ کھل گئی تو صاحب قبر نے شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ تم نے آج رات مجھے ایذا پہونچائی (یعنی تمہارا سر رکھ کے سونا میری ایذا کا باعث ہوا) پھر اسی صاحب قبر نے کہا کہ تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو اور اس کے نتیجہ کا علم تمکو نہیں ہے اور ہم مُردوں کو علم ہو گیا ہے مگر افسوس ہم عمل نہیں کر سکتے۔ پھر کہا کہ جو دو رکعتیں تم نے اس وقت پڑھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے زندہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بہتر جزا دے، میری طرف سے ان کو سلام پہنچاؤ۔ ان کی

دعاؤں سے ہم مُردوں کو پہاڑوں کی عظیم مقدار میں انوار ملتے ہیں"۔

اس واقعہ میں صاحبِ قبر نے ابوقلابہ سے بیداری کی حالت میں کلام کیا ہے

اور ان کے عمل پر اپنے رشک کا اظہار کیا ہے۔

شیخ ابن القیم رحؒ نے اس سلسلہ میں جو اور دو تین واقعات نقل کئے ہیں وہ بیداری

کی حالت کے نہیں ہیں بلکہ رویائے حق کے قبیل سے ہیں۔ ان میں آخری واقعہ مشہور

جلیل القدر تابعی مطرف بن عبداللہ الحرشی کا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ جمعہ کے دن میں ایک قبرستان کے پاس سے گزرا میں نے

دیکھا کہ وہاں ایک جنازہ آیا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ موقع غنیمت ہے

اس جنازہ میں بھی شرکت کرلوں، چنانچہ میں اس ارادہ قبرستان میں

آگیا، پھر میں لوگوں کے پاس سے ہٹ کر ایک طرف آگیا اور وہاں میں

نے "دو رکعت نماز پڑھی اور بالارادہ ہلکی اور مختصر پڑھی اس کے بعد

مجھے کچھ اونگھ سی آگئی، یہاں ایک قبر تھی، میں نے دیکھا کہ صاحبِ قبر

مجھ سے کہہ رہا ہے تم نے یہ دو رکعتیں زیادہ اچھی طرح نہیں پڑھیں میں

نے کہا ہاں بیشک ایسا ہی ہوا ہے۔ اس صاحبِ قبر نے فرمایا "تم زندہ

لوگ عمل کرتے ہو لیکن تم کو علم نہیں ہے (یعنی اعمال کے ثواب و عذاب

کے بارہ میں وہ علم نہیں ہے جو مرنے کے بعد ہم کو حاصل ہوگیا ہے) اور ہمارا

حال یہ ہے کہ ہم یہاں کوئی عمل نہیں کرسکتے (بس تملوگوں پر رشک کرتے

ہیں بخدا اگر مجھے یہاں ایسی ہلکی اور مختصر ہی دو رکعتیں پڑھنے کا موقع
دے دیا جائے جیسی تم نے پڑھی ہیں تو میرے لئے یہ دو رکعتیں پوری دنیا
اور اس کے سارے ساز و سامان سے بہتر ہوں گی۔ (مطرف بن عبداللہ
کہتے ہیں کہ) اس کے بعد میں نے اس صاحب قبر سے پوچھا کہ یہاں کس قسم
کے لوگ مدفون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے سب مسلمان ہیں اور
سب کو اللہ تعالیٰ کا فضل نصیب ہے۔ میں نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ یہاں
کے مدفونوں میں سب سے افضل کون ہے؟ انھوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ
کر کے کہا کہ۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس قبر والے اپنے بندہ کو
میرے لئے باہر نکال دے تاکہ میں اس سے کچھ باتیں کر سکوں، تو اس قبر
سے ایک جوان نکل کر میرے سامنے آگیا، میں نے اس سے کہا آپ یہاں
والوں میں سب سے افضل ہیں؟ اُس نے کہا یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں
نے کہا اس چھوٹی سی عمر میں آپ کو یہ بلند مقام کیونکر حاصل ہوا؟ کیا حج و
عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے اعمال کی کثرت سے؟ انھوں
نے کہا میرا معاملہ یہ ہے کہ مجھے دنیوی زندگی میں مصائب اور تکالیف کا بہت
سامنا ہوا اور مجھے ان پر صبر کی توفیق ملی، پس اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل
و کرم اسی کا صلہ ہے۔"

شیخ ابن القیمؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اگرچہ خواب کے مجرد یہ دو چار واقعے ہمارے مدعا کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں لیکن جب یہ بات سامنے رکھی جائے کہ اللہ کے صالح بندوں کے اس طرح کے خواب کے واقعات بے گنتی اور بیشمار ہیں (اور بطور قدر مشترک کے وہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قبر میں مدفون مردے بھی اللہ کی مشیت سے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں. ان کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں)، تو پھر یہ خواب بھی اس حقیقت کے ثبوت کی ایک دلیل بن جاتے ہیں ____ (اسکی نظیر بلکہ سند یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ متعدد صحابہ کرام نے خواب دیکھا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے تو) حضور نے فرمایا.

اری رویاکم قد تواطأت علیٰ انها فی العشر الاواخر[1]

میں دیکھتا ہوں کہ تم سب کے خواب اس پر متفق ہیں کہ شب قدر آخری دس راتوں میں سے کسی رات میں ہے تو تم اپنی راتوں میں اس کو تلاش کرو.

---

(۱) مشکوٰۃ میں بحوالہ صحیحین حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں. (باقی بر صفحۂ آئندہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے صاحب ایمان بندوں کے خواب کسی بات پر متفق ہو جائیں تو اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کہ انکی نقل و روایت یا ان کی آرار کا اتفاق کسی بات پر ہو جائے پس جس طرح اہلِ ایمان کی روایات اور انکی آرار کا اتفاق ایک باوزن دلیل ہے اسی طرح ان کے خوابوں کا اتفاق بھی ایک دلیل ہے ...... علاوہ بریں ہماری دلیل صرف اس طرح کے خواب ہی نہیں ہیں بلکہ ہمارے اصل دلائل وہ روایات ہیں جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۱-۱۲)

شیخ ابن القیم رح نے اسی سلسلہ میں عہد صحابہ کے بعض ایسے واقعات بھی نقل کئے ہیں جن میں ایک صحابی نے اپنی وفات کے بعد اپنے کسی زندہ ساتھی کو خواب میں کوئی اطلاع دی اور اس کی بنا پر اہم قانونی فیصلے کئے گئے۔ ان میں ایک عجیب و غریب واقعہ صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہما کا ہے۔

(باقی صفحہ گذشتہ کا) اِنَّ رِجَالاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرُوا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ مُتَحَرِّیْہَا فَلْیَتَحَرَّہَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ ۔ ۴۱۲ -

اِن دونوں کے درمیان عہدِ مواخات (یعنی بھائی چارہ کا معاہدہ) ہوا تھا،
ان میں سے صعب بن جثامہ کا انتقال ہوگیا، عوف بن مالک نے ان کو خواب
میں دیکھا تو انھوں نے (چند دوسری باتوں کے علاوہ) عوف کو یہ بھی بتایا
کہ "میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے اور وہ میرے گھر
ہاں "قرن" (سینگ) میں رکھے ہوئے ہیں وہ اُس یہودی کو دے دیئے
جائیں"۔

عوف کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اس خواب
میں تو بڑی تعلیم اور بڑا پیغام ہے۔ میں صعب کے گھر آیا، سب سے پہلے میں
نے "قرن" اتروایا اور جو کچھ اس میں تھا اس کو نکالا تو اس میں وہ تھیلی نکلی
جس میں دینار محفوظ تھے، میں وہ دینار لیکر اس یہودی کے پاس آیا اور
اس سے پوچھا کہ کیا صعب پر تمہارا کچھ قرضہ تھا۔ اس نے کہا کہ وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت اچھے صحابی تھے جو کچھ تھا وہ میں نے انکو
چھوڑ دیا (یعنی میرا اب کوئی مطالبہ نہیں ہے) عوف کہتے ہیں کہ میں نے اس
یہودی سے کہا کہ تمہیں بتانا پڑیگا کہ تمہارا کچھ قرض تھا یا نہیں، تو اُسنے
کہا کہ ہاں انھوں نے دس دینار قرض لئے تھے۔ عوف کہتے ہیں میں نے
وہ دینار جو قرن سے نکلوائے تھے وہ اس کے سامنے ڈال دیئے تو اُسنے
دیکھ کر کہا خدا کی قسم یہ تو بعینہٖ میرے والے دینار ہیں (کتاب الروح صہ ۱۹ مختصراً ملخصاً)

بہر حال عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے وہ دس دینار حضرت صعب کے خواب والے بیان ہی کی بنا پر اُس یہودی کو دیدیئے۔ حالانکہ اس کے قرضہ کا کوئی اور قانونی ثبوت موجود نہیں تھا اور اگر صعب کے اس خواب والے بیان کو نظر انداز کر دیا جائے تو بظاہر وہ ان کے یتیم بچوں اور دوسرے شرعی وارثوں کی ملکیت تھے اور بلا ثبوت کے ایک یہودی کو اُن کا دے دینا ہرگز جائز نہیں تھا۔ لیکن عوف بن مالک اور حضرت صعب کے گھر والوں کو غالباً کچھ قرائن کی مدد سے حضرت صعب کے خواب والے بیان کا ایسا یقین ہو گیا کہ انھوں نے ان دیناروں کے یہودی کو دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ہے جس کو ابو عمرو ابن عبدالبر نے سند کے ساتھ ان کی صاحبزادی کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اسکا بھی یہاں صرف وہ حصہ درج کیا جاتا ہے جو زیرِ بحث موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ معرکہ یمامہ میں شہید ہوئے (یعنی اس جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں لڑی گئی)، جس وقت وہ شہید

ہوئے تو ان کے جسم پر ایک بہت نفیس اور قیمتی زرہ تھی مسلمانوں ہی کے لشکریں کا ایک آدمی اُن کے پاس سے گزرا تو اس نے ان کی وہ زرہ اتار کے اپنے قبضہ میں کر لی ____ لشکر کے ایک مجاہد نے ثابت بن قیس کو خواب میں دیکھا انھوں نے فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم یہ خیال کر کے کہ یہ ایک بے حقیقت خواب ہے اس کو ضائع کر دو، مجھے کہنا یہ ہے کہ میں کل شہید کر دیا گیا ہوں اور مسلمانوں ہی میں سے ایک شخص نے میری زرہ لے لی ہے اور اس کا خیمہ بالکل آخری کنارہ پر ہے اور ایک پہچان یہ ہے کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو بہت اچھلتا کودتا ہے۔ اس نے میری زرہ کو اس طرح چھپایا ہے کہ اس کے اوپر ایک بڑی ہانڈی الٹ دی ہے اور اس کے اوپر کجاوہ ہے، تم خالد بن ولید سے کہو کہ وہ کسی کو بھیج کر اس سے میری زرہ حاصل کریں ____ اور جب تم مدینہ پہونچو تو خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضؓ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے، اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں آزاد ہیں (یعنی میں ان کو آزاد کرتا ہوں) ____ چنانچہ یہ صاحب جن کو ثابت بن قیس نے خواب میں یہ وصیت کی تھی حضرت خالد رضؓ کے پاس

آئے اور ان سے زرہ والی بات کہی۔ انھوں نے آدمی بھیج کر خواب کی نشاندہی کے مطابق وہ زرہ حاصل کرلی اور جب یہ صاحب مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر کو حضرت ثابت کا خواب والا پیغام پہونچایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی وصیت کے نفاذ کا حکم دیا ''۔ (۱)

ابو عمرو بن عبد البر اس واقعہ کو روایت کر کے کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں نہیں کہ ثابت بن قیس کے علاوہ کسی اور کی موت کے بعد کی وصیت نافذ کی گئی ہو۔

(کتاب الروح ص۲۱)

حضرت ثابت بن قیسؓ اور حضرت صعب بن جثامہؓ کے ان دونوں واقعوں کے بارہ میں جو فقہی اور قانونی سوالات اٹھتے ہیں شیخ ابن القیمؒ نے ان پر بھی بحث کی ہے اور ان سب کا بھی جواب دیا ہے لیکن وہ ہمارے موضوع سے خارج ہے ـــــ ہمارا مقصد تو ان سب واقعات کے یہاں نقل کرنے سے صرف یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت سے کبھی ایسا بھی ہوتا

---

(۱) اس واقعہ کو اس پوری تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں طبرانی کی تخریج سے حضرت انس کی روایت سے بھی نقل کیا ہے الاصابہ ص۲۰۳ ج۱

ہے کہ مرنے اور مدفون ہونے کے بعد اللہ کا کوئی بندہ خواب میں یا کبھی شاذ و نادر بیداری میں کسی زندہ صاحب روحانیت سے کوئی بات کہے۔ اس لئے حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کئے ہوئے ان واقعات سے ذہنی خلجان و اضطراب کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے ــــ یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکروں میں تو اس طرح کے واقعات بیشمار ہیں، ہم نے یہ دو چار واقعے صحابہ اور تابعین کے صرف "کتاب الروح" سے نقل کئے ہیں، جو حضرات شیخ ابن القیمؒ کے مسلک اور ان کی علمی و تحقیقی خصوصیات سے واقف ہیں امید ہے کہ ان کے ذہنوں میں اگر کچھ الجھنیں اس سلسلہ میں ہوں گی تو وہ بھی ختم ہو جائیں گی۔

اس سلسلہ میں ایک نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ نیند کی حالت میں چونکہ ہمارے احساسات اور ادراکات کا تعلق اس عالم سے منقطع ہو جاتا ہے اس لئے دوسرے عالم والوں سے رابطہ قائم ہونے کا اور ان کی باتیں سننے کا امکان زیادہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی لئے خواب کے ایسے واقعات پر کسی کو بھی تعجب اور توحش نہیں ہوتا۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ بیداری کی حالت میں اس طرح کا معاملہ بالعموم ایسے ہی حضرات کیساتھ ہوتا ہے جو اپنے گرد و پیش کی دنیا سے منقطع زیادہ رہتے ہیں اور خاص کر ایسے ہی اوقات میں ہوتا ہے جبکہ وہ ہماری اس دنیا و

مافیہا سے بالکل بے خبر ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں دوسرے عالم والوں سے ان کی روحانیت کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ خواب والوں ہی کی طرح ان کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں بہرحال اُن کی اُس وقت کی خاص حالت اور خواب کی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ اسی لئے دوسرے عالم والوں کی جو بات وہ اس حالت میں سنتے ہیں اس کو ان کے برابر بیٹھا ہوا دوسرا آدمی نہیں سنتا جس طرح کہ خواب کی بات دوسرا برابر والا نہیں سنتا اور نہیں جانتا۔ امید ہے کہ اس نکتہ پر غور کرنے سے مسئلہ کی حقیقت سمجھنا اور زیادہ آسان ہو جائیگا۔

یہ مضمون یہاں تک لکھ کر ختم کیا جا چکا تھا اس کے بعد یاد آیا کہ عہد صحابہ میں موت کے بعد کلام کرنے کا سب سے زیادہ اہم اور مشہور و مستند واقعہ تو حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا وصال ہوا، حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضؓ راوی ہیں کہ جب ان کا جنازہ تیار کر کے رکھدیا گیا اور نماز کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتظار ہونے لگا، تو میں نے ارادہ کیا کہ انتظار کے اس وقفہ میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں چنانچہ میں ایک طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، دوسرے لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں جنازہ سے آواز آئی ۔" اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا

(یعنی خاموش ہو کر بات سنو) اس کے بعد مرحوم حضرت زید نے ایک طویل کلام فرمایا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے بارہ میں شہادت دی اور ان کے کچھ اوصاف بیان فرمائے اور آخر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ایک پیشین گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل حق ثابت ہوئی۔

حضرت زید بن خارجہ کے بعد الموت تکلم کا یہ واقعہ اور ان کا وہ پورا کلام قریب قریب ان سب کتابوں میں مروی ہے جو صحابۂ کرام کے احوال میں لکھی گئی ہیں اور ائمہ حدیث و روایت نے اس کو قبول کیا ہے۔ امام بخاری تک نے اسکو ذکر کیا ہے کما فی الاصابہ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ

٢٠
اسلام کیا ہے؟
نہایت آسان زبان اور بیحد دلنشین اور پراثر
انداز میں اسلامی تعلیمات کا جامع اور مکمل خلاصہ۔
دین کی ضروری واقفیت حاصل کرنے ہی کیلیے نہیں بلکہ کامل
مسلمان اور اللہ کا ولی بننے کیلیے بھی اس کا مطالعہ اور اس پر عمل
انشاء اللہ کافی ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے والوں کا عام احساس یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کوئی خاص مقبولیت اور تاثیر بخشی ہے جو پڑھتا
ہے لازمی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ ان بندوں کی تعداد اللہ ہی جانتا
ہے جنکی زندگیاں اور جن کے گھروں کے نقشے اس کتاب نے بدل ڈالے۔
مولانا محمد منظور نعمانی کی مقبول ترین کتاب۔ قیمت ۱/-
ہندی اڈیشن کی قیمت ۱/-
انگریزی اڈیشن کی قیمت ۱/-